امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۱۵/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶/جولائی ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 29

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا محمد اظہار الحق قاسمی
■ فتاوی دار العلوم وقف دیوبند
■ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسمؒ
■ حکایات اہل دل
■ علماء دین کی ذمہ داریاں اور عصر حاضر
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

بنیادی دینی تعلیم کے لئے خود کفیل مکاتب کا نظام

مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی مدظلہ نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

اسلام میں علم اور تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلی وحی "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ" (سورۃ العلق) ہے جس میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ قرآن نے "یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" (سورۃ البقرۃ) بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان فرمایا "انما بعثت معلما" (ابوداؤد) کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کے صفہ پر بیٹھ کر اپنے اصحاب کے لئے تعلیم کا نظم فرمایا۔ خاص طور پر بچوں کی تعلیم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ "اپنے بچوں کو علم اور دین کی تعلیم دو"۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا معمول تھا کہ درس گاہ نبوی (صفہ) سے جو سیکھ کر آتے اپنے بچوں کو ان میں سے دین کی بنیادی باتیں سکھادیا کرتے تھے۔

عرب کے مختلف قبیلوں سے آنے والے وفود کے ساتھ بچے بھی ہوتے تھے جو خدمت نبوی میں قیام کر کے علم دین حاصل کرتے تھے اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست مقامی صحابہ کرام کیا کرتے تھے۔ (حیاۃ الصحابہ ج ا باب النصرۃ)

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں سب سے پہلے بچوں کی تعلیم کے لئے مکاتب قائم کئے اور معلمین کے لئے ایک رقم بطور وظیفہ کے مقرر فرمائی۔ (معلیٰ ابن حزم ج ۸ ص ۱۹۵)

جب اسلامی فتوحات کا دائرہ اور بڑھا تو حضرت عمر فاروقؓ نے مزید مکاتب کے قیام کا حکم جاری فرمایا اور صوبوں کے گورنروں کو یہ حکم دیا کہ تم لوگوں کو قرآن کی تعلیم پر وظیفہ دو۔ (کتاب الاموال ۲۲۱) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی اولاد کو تعلیم دینے کے لئے ایسا معلم ضروری ہے جو اجرت لے ورنہ لوگ جاہل رہ جائیں گے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام، ج ا، ص ۲۹۱)

الحمد للہ مسلمانوں نے ہر دور میں اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا نظم مکاتب اور مدارس کے ذریعہ کیا ہے اور کرتے آرہے ہیں گو دور حاضر میں مکتبی تعلیم کا نظام نہایت کمزور ہو چکا ہے اور مزید کمزور ہوتا جارہا ہے ان کے مختلف اسباب میں سے ایک بنیادی سبب یہی ہے کہ خود والدین نے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت میں دلچسپی لینا چھوڑ دیا ہے، وہ مدرسہ ہو یا اسکول، داخل کر دینے کے بعد سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنی ذمہ داری ادا کردی، حالانکہ بچوں کی نگرانی اور ان کی تربیت پر بھر پور توجہ رکھنا والدین کی بنیادی ذمہ داری ہے، ساتھ ہی اسکولوں میں جو مشن اسکول ہوں خواہ عیسائیوں کے ہوں یا آر ایس ایس کے، یا اس جیسے اور دوسرے اسکول، اس کا اندازہ تو ہر باخبر کو ہے کہ وہاں فساد عقیدہ میں کسی طرح کی کوئی کوتاہی نہیں برتی جاتی ہے؛ لیکن جو مسلم اسکول ہیں، خود ان کا جائزہ لیجئے تو وہاں دینیات کا کوئی معقول نظم نہیں ہے اور نہ ہی ایمان وعقیدہ کی پختگی پر کوئی خاص توجہ دی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ نسل جب فارغ ہو کر اسکولوں میں بحیثیت استاذ بحال ہوتی ہے تو ان اساتذہ کی بڑی تعداد ناظرہ قرآن پڑھنے پر بھی قادر نہیں ہے اور بہت سے اساتذہ کو نماز کے طریقے اور ان میں پڑھی جانے والی دعائیں بھی یاد نہیں ہیں، ایسے وقت میں اگلی نسل کا کیا ہوگا جو، اب ان اساتذہ سے علم حاصل کر رہی ہے۔ حضرت امیر شریعت رابع مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ نے آج سے تقریبا ۶۰/سال پہلے ۱۹۶۰ء میں اپنی فراست ایمانی سے انہی چیزوں کا احساس فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ:

"ہم سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے بچے اپنے دین سے بے گانہ ہو جائیں۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اپنا تعلیمی نظام جاری کریں۔ تاکہ ہمارے بچے دین سے آشنا رہ سکیں اور مستقبل میں ہمارا وجود ایک مسلمان اور ایک بامقصد ملت کی حیثیت سے باقی رہے۔ اقامت دین کا فریضہ ہم سب پر عائد ہوتا ہے۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس بالکل ابتدائی اور بنیادی کام کو پورا کرلیں اور ہر قیمت پر پورا کریں"

ماہر تعلیم مفکر اسلام مخدوم ومربی مرشد گرامی حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ (جن کی خدمات ہر میدان کے ساتھ تعلیم کے میدان میں بھی بہت نمایاں ہیں، خصوصا رحمانی فاونڈیشن اور رحمانی ۳۰ کے ذریعہ تعلیم کا جو انقلاب اس ملک میں آیا ہے اور مسلمانوں کو جو حوصلہ ملا ہے، وہ نہایت حیرت انگیز ہے) ہمیشہ بچوں کی بنیادی دینی تعلیم کے لئے نہایت فکر مند رہتے تھے اور اس بات پر زور دیتے تھے کہ بچوں کا ایمان وعقیدہ درست ہو، انہیں کلمہ، نماز اور دین کی بنیادی باتوں کا علم ہو، اسی لئے آنے والے بچوں سے آپ کلمہ اور درود عموما پوچھ لیتے تھے۔ یاد نہ ہونے پر انہیں یاد کرنے کی تلقین اور سرپرستوں کو تنبیہ فرماتے تھے، آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

"اسکول وکالج جانے والے طلبہ میں سے ۲۰/فیصد کو کلمہ بھی یاد نہیں ہے" (یہ بات آپ نے عملی تجربہ کے بعد کہی تھی) اور جب نئی قومی تعلیمی پالیسی آئی تو آپ نہایت بے چین تھے کہ کس طرح مستقبل میں ان بچوں کے ایمان کی حفاظت کی جائے؟ اس لئے کہ آپ اس قومی تعلیمی پالیسی کو کفر کی طرف لے جانے والی ایک واضح راہ محسوس فرمارہے تھے۔

صحیح بات یہی ہے کہ نئی قومی تعلیمی پالیسی کے ذریعہ اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو مشرکانہ افکار سے قریب کر دیا جائے، ہندو دیو مالائی کہانیوں پر ان کا یقین بٹھا دیا جائے، اس خطرناک صورت حال سے مقابلہ کے لئے بھی مکاتب سب سے بہترین متبادل ہے جس میں بچوں کو بنیادی دینی تعلیم سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مکاتب کا نظام صرف تعلیم ہی کا ذریعہ نہیں؛ بلکہ یہ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ ایک موقع پر مفکر اسلام حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

"نئی نسل آپ کے سامنے کھڑی ہے، وہ آپ کے لئے قدرت کا بہترین تحفہ ہے۔ اس تحفہ کی قیمت سمجھئے۔ اس کے لئے بہتر تعلیم وتربیت کی فکر کیجئے یہ نہ سمجھئے کہ یہ ہمارا بیٹا نہیں ہے۔ پوتا نہیں ہے، دوسرے کی اولاد ہے۔ یاد رکھئے! بچوں کے سلسلے میں پورا سماج جواب دہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته" تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اپنی رعایا (ماتحت) کے بارے میں قیامت میں پوچھا جائے گا۔"

اس لئے شدت سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ دینی تعلیم کے لئے ہر آبادی میں مکاتب قائم کئے جائیں جہاں وہ بچے تو جائیں ہی جو کہیں نہ پڑھتے ہوں، ساتھ ساتھ وہ بچے بھی جائیں جو اسکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہوں اور ان کے لئے صباحی، مسائی اور شبینہ مکتب کا نظام بنایا جائے جس کا نصاب مختصر، جامع اور معیاری ہو، اساتذہ ماہر اور ٹرینڈ ہوں اور بچوں کی نفسیات سے واقف ہوں تاکہ وہ بچوں کی ذہنیت کے مطابق تعلیم وتربیت کا کام انجام دے سکیں۔ اسی کے نتیجہ میں "اجلاس مجلس عاملہ امارت شرعیہ منعقدہ ۲۹/نومبر ۲۰۲۰ء میں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے "بنیادی دینی تعلیم کو عام کرنے کی راہ پر غور اور واضح عمل کی تعیین" کا ایک ایجنڈا رکھا تھا جس پر بحث ہوئی اور محترم ارکان عاملہ کی بڑی مفید اور کارآمد آراء سامنے آئیں، پھر حضرت رحمہ اللہ نے درج ذیل چار افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی۔

(1) راقم الحروف (شمشاد رحمانی قاسمی، دیوبند) (کنوینر) (۲) محترم مولانا ڈاکٹر یاسمین قاسمی صاحب، رانچی (رکن)۔ (۳) محترم مولانا مفتی محمد نذر توحید مظاہری صاحب، چترا (رکن)۔ (۳) محترم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب، پٹنہ (رکن)

اور حکم فرمایا کہ بنیادی دینی تعلیم کو بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال میں عام کرنے کے لئے کیا لائحہ عمل ہوگا؟ اس کا تفصیلی خاکہ تحریری طور پر مرتب فرما کر جتنی جلد ممکن ہو سکے پیش کریں اور محترم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب (قائم مقام ناظم امارت شرعیہ، پٹنہ) سے بھی مشورہ کرتے رہیں۔

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق مختلف نظام مکاتب جو ملک میں رائج ہیں اسے دیکھا اور مکاتب کا تجربہ رکھنے والوں سے مشورہ کیا اور ایک تفصیلی مسودہ تیار کر کے ان حضرات کی خدمت میں ارسال کیا، ان حضرات نے بنظر غائر اس کا مطالعہ کیا، پھر ۳/دنوں کے بعد زوم ایپ پر دو نشستوں میں میٹنگ ہوئی جس میں مسودہ کے ہر ہر جزء پر بحث ہوئی، اس کے بعد مناسب آراء وتجاویز کو شامل کر کے حتمی شکل دی گئی۔ اس سلسلے میں امارت شرعیہ کی جانب سے رائج خود کفیل نظام تعلیم کا بھی بغائر مطالعہ کیا گیا، اس طرح جس نتیجہ پر پہونچا گیا، اسے مولانا محمد شبلی قاسمی، قائم مقام ناظم صاحب نے ایک خاص ترتیب سے "امارت شرعیہ کا جامع تعلیمی منصوبہ نظام تعلیم کے رہنما اصول" کے نام سے شائع کر دیا، مکاتب کے نظام کے لیے یہ جامع منصوبہ ہے، امارت شرعیہ نے بڑے پیمانے پر اسے طبع کرا کر لوگوں تک پہونچایا ہے، جس کا فائدہ لوگوں کو ہو رہا ہے۔

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

عزم وحوصلے سے زندگی گذاریئے

جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم سب اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں، ایسے ہی لوگوں پر اللہ کی عنایتیں ہیں اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۵۵)

مطلب:۔ انسانی زندگی میں بہت سے حالات پیش آتے ہیں، انسان کبھی خوشی ومسرت کے خوشگوار لمحات سے گذرتا ہے اور کبھی مصائب ومشکلات سے دوچار ہوتا ہے، ہردو حالتوں میں صبر وشکر کے دامن کو تھامے رہئے، مصیبت وپریشانی میں ہمت وحوصلہ سے کام لیجئے، کیونکہ یہ مصیبتیں اور بلائیں عارضی اور فانی ہیں، اس لئے مایوسی اور احساس بیچارگی کے ہرگز شکار نہ ہویئے، اسلامی نظام عقائد میں نہ مایوسی کی گنجائش ہے اور نہ اتلاف جان ومال کی، یاد رکھئے کہ مسلمانوں کو جن مصائب میں دنیا میں مبتلا کیا جاتا ہے یہ بھی دراصل مقتضاء رحمت خداوندی ہے، اس لئے یہ دنیوی وعارضی تکلیفیں آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، انسانیت کی تاریخ بتلاتی ہے کہ کامیابی اور قربت خداوندی ابتلا وآزمائش کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے، انبیاء علیہم السلام کی پوری سیرت، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے حالات زندگی پر نظر رکھنے والے مورخین وسیرت نگار کی تحریریں اس بات کی شاہد ہیں کہ ان نفوس قدسیہ کو بلند مراتب آزمائشوں کے بعد ملے ہیں، گویا صبر وثبات انبیاء واولیاء کی سنت ہے، یہ کوئی بزدلی نہیں، بس ناموافق حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا جائے، اللہ کی حمد وثنا اور تسبیح واذکار کے ذریعہ اپنے رب سے تعلق کو مضبوط کیا جائے، ہمت وحوصلہ اور ثبات قدمی سے مشکلات راہ کو برداشت کرنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے کہ مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کو سمجھ کر پڑھنے سے دل کو سکون ملتا ہے اور اس سے رنج وغم بھی دور ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ان مصائب پر صبر کیا اور ان مصائب کو وسیلہ ذکر وشکر بنایا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس مصیبت کو دور فرما دیں گے، اس لئے ذات باری پر بھروسہ کرتے ہوئے صبر وضبط، تحمل وبرداشت کا دامن نہ چھوڑا جائے، لہذا مایوس کن صورت حال کو مسلمانوں کے لئے اللہ رب العزت کی جانب سے تنبیہ وتذکیر سمجھا جائے اور صبر وشکر کی زندگی گذاری جائے۔

کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کیجئے

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اُف'' تک کا لفظ نہیں کہا، کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ہو، ایسا کیوں کیا؟ نہ ہی کبھی ایسا ہوا کہ میں نے کوئی کام چھوڑ دیا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو، یہ کام کیوں نہیں کیا۔ (الحدیث)

وضاحت:۔ ہر دینی کام کو خدمت اور عبادت کے جذبے سے انجام دینا چاہئے، اس سے کاموں میں خیر وبرکت اور عمل میں روحانیت ونورانیت پیدا ہوتی ہے، جو کام بددلی اور دباؤ میں کیا جاتا ہے اس میں بے برکتی ہوتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت رضائے الٰہی کی خاطر کیا کرتے تھے، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے یک گونہ انس ومحبت اور تعلق خاطر کی کیفیت پیدا ہوگئی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی جزرو توبیخ نہیں فرمایا، اس لئے اچھے منتظم، مالک وسربراہ کی یہی پہچان ہے کہ وہ ملازم کی دل شکنی کئے بغیر ان سے کام لیتا رہے، اس سے کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اس کے اندر دل جمعی سے کام کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے، اگر ذمہ دار اصحاب وافسران بلاوجہ سختی کرتے رہیں گے تو اس سے شکوہ وشکایت کا ذہن بنے گا، پھر دونوں کے درمیان فاصلے اور دوریاں بڑھیں گی، جس کے نتیجہ میں دونوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ملازم وماتحت کام چوری کرے، وقت کی پابندی نہ کرے اور سستی وکاہلی برتے اور انتظامیہ خاموش تماشائی بنی رہے، بلکہ انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں ان کے فرائض منصبی کو انجام دینے کے لئے متوجہ کرے اور ضرورت پڑنے پر تنبیہ کرے، ہاں! مگر ہر وقت بے رخی نہ اختیار کرے، بلکہ کمی وکوتاہی کو دور کرنے کا موقعہ اور وقت دے، اگر وہ ملازم محنتی اور وفادار ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کرے اور ترقی دے، اس سے اس کی دل شکنی بھی دور ہوگی اور کاموں میں تیزی بھی آئے گی، ایک صحابی ہیں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ وہ عہد طفولیت میں مؤذن کی آذان کی آواز کو دہراتے تھے، آواز بہت سریلی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ اس کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے آذان دلوائی اور فرمایا کہ اب جاؤ اور مکہ میں آذان دو، ذرا غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پرکیف آواز سے مسرور ہوکر مکہ میں آذان دینے کے لئے متعین فرمایا، جس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ اچھے اور باصلاحیت افراد کو آگے بڑھائے جائیں، اس سے کئی طرح کے فوائد ومنافع ہوتے ہیں، اس سے شخصیتیں ابھرتی ہیں اور کاموں میں قوت وتوانائی پیدا ہوتی ہے، ہمارے اکابر واسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اپنے زیر تربیت افراد کو بنانے اور سنوارنے میں وسیع القلبی اور اعلیٰ ظرفی سے کام لیتے تھے اور ان کی صلاحیتوں کو جلا دے کر اس کا بہترین مصرف نکالتے تھے اور ایسے ملازموں کی عزت دوسروں کی نگاہوں میں بڑھاتے تھے، آج یہی کام مائیکروسافٹ، گوگل اور ہر ملٹی نیشنل کمپنی کرتی ہے کہ وہ قابلیت کی بنیاد پر فیصلے کرتی ہے، چاپلوس اور خوشامد پسندوں کو ترجیح نہیں دیتی ہے، ہم کو بھی کرنا چاہئے کہ ذی استعداد افراد پر ترجیح دیں، اگر ملت کا ہر فرد اس اصول کو اختیار کرلے تو ان شاء اللہ کام بہتر طریقے سے انجام پذیر ہوگا اور ہر ایک کو آگے بڑھنے کے مواقع ملیں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

اذان کا جواب کیا عورتیں بھی دیں گی:

اذان کے جواب کی شرعی حیثیت کیا ہے، صرف مردوں کے ذمہ ہی اذان کا جواب دینا ہے، یا عورتوں پر بھی ہے، اذان کے جواب میں کیا کہا جائے گا اور اس کی فضیلت کیا ہے، حدیث کے حوالہ سے جواب دیں؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زبان سے اذان کا جواب دینا ہر مرد اور عورت پر جبکہ وہ حیض ونفاس سے پاک ہو، مستحب ہے۔ **إن الإجابة باللسان مستحبة.** (ردالمحتار: ۲۶۷/۱) **ویجیب ... (من سمع الأذان) لو جنبا لا حائضا ونفساء.** (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲۶۵/۱، باب الأذان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان سنو تو جو موذن کہے، وہی تم بھی کہو، یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر کے جواب میں اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہدان لا الہ الا اللہ کے جواب میں اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان محمدا رسول اللہ کے جواب میں اشہدان محمدا رسول اللہ، البتہ حی علی الصلوۃ کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ، اسی طرح حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو، پھر جب وہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر اللہ اکبر کہو اور جب لا الہ الا اللہ کہے تو تم لا الہ الا اللہ کہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے صدق دل سے ان کلمات کو کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱/۱۶۷، باب فضل الاذان)

اذان کے بعد کی مسنون دعا:

اذان کے بعد مسنون دعا کون سی ہے، اس کی فضیلت کیا ہے، یہ دعا بھی صرف مردوں کو ہی پڑھنا چاہئے، یا عورتوں کو بھی، بہت سارے لوگ ''**والدرجة الرفيعة وازرقنا شفاعته يوم القيامة إنک لا تخلف الميعاد يا أرحم الراحمين**'' کا اضافہ کرتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، پڑھنا چاہئے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

حدیث کی مستند ومعتبر کتابوں میں اذان کے بعد کی جو دعا منقول ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: **اللّٰهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة اٰت محمدن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذی وعدته.** (صحیح البخاری: ۸۶/۱، باب الدعاء عند النداء)

علامہ بیہقی نے الذی وعدتہ کے بعد **إنک لا تخلف الميعاد** کا اضافہ کیا ہے، اس کے علاوہ الفاظ کا ثبوت حدیث کی کتابوں میں نہیں ہے۔ **قال ابن الحجر فی شرح المنهاج: وزيادة والدرجة الرفيعة وختمه بـ "يا أرحم الراحمين" لا أصل لهما.** (ردالمحتار: ۲۶۷/۱)

لہذا صورت مسئولہ میں بہتر یہی ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ دعا حدیث سے ثابت ہے، اسی کو پڑھا جائے جو الفاظ ثابت نہیں ہیں، ان کو نہ پڑھا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اذان کے بعد (مذکورہ) دعا پڑھی، وہ میری شفاعت کا حقدار ہوگیا، **حلت له شفاعتی.** (صحیح البخاری: ۱/۸۶) اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے محتاج جس طرح مرد حضرات ہیں، اسی طرح خواتین بھی ہیں، نیز جب اذان کا جواب دینا عورتوں کے لیے بھی مستحب ہے تو اذان کے بعد کی دعا کا پڑھنا بھی ان کے لیے مستحب ہوگا، لہذا عورتوں کو بھی چاہئے کہ اذان کا جواب دینے کے بعد درود شریف پڑھیں، پھر اذان کے بعد کی مذکورہ دعا پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیک وقت متعدد اذان ہو تو کس کا جواب دے:

بیک وقت متعدد مسجدوں سے اذان کی آواز آئے تو کیا سب کا جواب دینا ہوگا یا کسی ایک کا جواب دے دینا کافی ہوگا؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر متعدد مسجدوں میں یکے بعد دیگرے اذان ہورہی ہو اور سب کا جواب دینے میں کوئی تکلف نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ سبھی اذانوں کا جواب دے، ورنہ جو اذان پہلے ہو، اس کا جواب دیدے، خواہ وہ قریب کی مسجد کی اذان ہو یا دور کی مسجد کی اور اگر کئی مسجدوں میں بیک وقت اذان ہورہی ہو تو قریب کی مسجد کی نیت سے اذان کا جواب دے۔ **والذی ينبغی إجابة الأول سواء كان مؤذن مسجده أو غيره فإن سمعهم معا أجاب معتبرا كون إجابته لمؤذن مسجده.** (ردالمحتار، باب الأذان، قبیل باب شروط الصلوٰة: ۲۶۸/۱)

دوران تلاوت اگر اذان ہو تو کیا کرے:

تلاوت قرآن کے دوران اگر اذان شروع ہوجائے تو کیا تلاوت موقوف کرکے اذان کا جواب دے یا تلاوت جاری رکھے، افضل وبہتر کیا ہے؟ کیا مسجد میں تلاوت کرنے یا گھر میں تلاوت کرنے میں کوئی فرق ہے؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اگر کوئی شخص جواب دے گا تو ثواب پائے گا، ورنہ کوئی گناہ نہ ہوگا، قرآن کریم کی تلاوت خواہ مسجد میں ہو یا مسجد کے باہر، اگر دوران تلاوت اذان شروع ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ تلاوت روک کر پہلے اذان کا جواب دے، پھر تلاوت شروع کرے؛ کیوں کہ تلاوت کبھی بھی کر سکتے ہیں؛ لیکن اذان کا جواب ہمہ وقت نہیں دے سکتے۔ **(وإذا سمع المسنون منه) أی الأذان... (أمسک) عن التلاوة ليجيب المؤذن ولو فی المسجد وهو أفضل.** (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی: ۱۰۹) **فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم**

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڑیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 29 مورخہ ۱۵/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶/جولائی ۲۰۲۱ء روز سوموار

طالبان اقتدار کے دہانے پر

امریکہ اوراس کے اتحادی ملکوں کی افواج کا انخلا، افغانستان سے جاری ہے، بیس سال افغانستان میں رہنے کے بعد امریکہ وہاں سے خالی ہاتھ لوٹ رہا ہے، غیور افغان قوم نے دنیا کو بتا دیا کہ ہم صرف اللہ کے سامنے جھکتے ہیں، کسی بھی دوسری طاقت کے سامنے جھکنا ہمیں آتا ہی نہیں، امریکہ سے پہلے افغانیوں نے روس سے دس سال تک محاذ آرائی کی اور بالآخر روس کو دھول چٹا دیا تھا، اور یہی واقعہ بعد میں روس کے سقوط کا سبب بن گیا تھا، اور ۱۹۹۶ء میں افغانستان پر طالبان کا قبضہ ہو گیا تھا، افغانستان کی کٹھ پتلی سرکار امریکی افواج کے جانے کے بعد بے یارو مددگار رہ گئی ہے، طالبان کے قبضے میں قندھار بھی آ گیا ہے، جو پہلے ہی سے طالبانیوں کی سرگرمی کا مرکز رہا ہے، افغانستان کی کٹھ پتلی سرکار طالبان کو ہلاک کرنے میں زمینی اور فضائی قوت لگائے ہوئے ہے اور افغانستان کی وزارت دفاع نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے تین سو سے زائد طالبان عسکری کو ہلاک کر دیا ہے اور طالبانی ٹھکانوں پر حملے تیز کر دیے ہیں، لیکن طالبان کے قدم تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور وہ افغانستان کی راجدھانی کابل کے صرف چار گھنٹے کی دوری پر ہیں، طالبان کی پیش قدمی اسی طرح جاری رہی اور کوئی بیرونی طاقت پھر سے مزاحم نہیں ہوئی تو افغانستان پر طالبان کا اقتدار پھر سے بحال ہونے کی توقع کی جاتی ہے، ایسے میں طالبان کی اعلیٰ قیادت کو گذشتہ دور اقتدار کی غلطیوں کو دہرانے سے گریز کرنا چاہیے، جذباتیت سے کام ہمیشہ بگڑتا ہے، جوش کے ساتھ ہوش بھی اگر انہوں نے قائم رکھا تو افغانستان میں کئی دہائیوں سے جاری سورش کا خاتمہ ہو جائے گا اور اسلامی اقدار پر مبنی ایک حکومت دنیا کے نقشے پر وجود پذیر ہوگی۔

اسرائیل کی جاسوسی مہم

پیگاسس، اسرائیلی کمپنی ان، اس او کا سافٹ ویر ہے، یہ سافٹ ویر اسرائیل کے لیے جاسوسی کے کام میں استعمال ہو رہا ہے، ''فاربیڈن اسٹوریز'' ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دس ملکوں کے ذرائع ابلاغ سے جڑے سیکڑوں صحافیوں نے اس بات کا خلاصہ کیا ہے۔ ہندوستان میں بھی اطلاع کے مطابق ابتدائی رپورٹ میں چالیس صحافی، تین حزب مخالف کے لیڈر، دو وزیر اور ایک جج کی اس سافٹ ویر کے ذریعہ جاسوسی کرنے کی بات سامنے آئی ہے، گو ان کے نام نہیں بتائے گئے ہیں، واشنگٹن پوسٹ اور دی گارجین نے بھی اپنی رپورٹ میں اس کی تصدیق کی ہے، ہندوستان کے علاوہ کئی ملکوں کے سربراہ، وزیر اعظم اور صدر تک اس فہرست میں شامل ہیں، جن کی جاسوسی کی گئی ہے پوری دنیا کی بات کریں تو حکمرانوں کے بعد سب سے زیادہ اس جاسوسی کے شکار صحافی ہوئے ہیں، ایک سو اسی وہ صحافی ہیں، جن کی جاسوسی اس سافٹ ویر کے ذریعہ کرائی گئی ہے۔

ہندوستان اور اسرائیل میں بی جے پی کے دور حکومت میں یارانہ بڑھا ہے، اس دوستی کے نتیجے میں اسرائیل کی جاسوسی مہم دن بدن یہاں زور پکڑ رہی ہے، اور ان کی خفیہ ایجنسی کا عمل دخل بلا روک ٹوک جاری ہے، اس سے ملک کی سلامتی کو خطرہ پیدا ہو سکتا ہے، حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہیے تاکہ ملک کے راز دوسروں تک نہ پہونچیں اور فرد کی نجی آزادی پر کوئی آنچ نہ آئے۔ مسئلہ کی حساسیت کے پیش نظر حزب مخالف نے اس مسئلے کو ایوان میں اٹھایا ہے اور اس قدر شدت سے اٹھایا ہے کہ ایوان کی کاروائی تعطل کا شکار ہے۔ حکومت اس مسئلے پر جس قدر صفائی پیش کرے لیکن یہ معاملہ ملکی سلمیت کے لیے بے انتہا خطرناک ہے۔

یکساں شہری قانون

دہلی ہائی کورٹ نے طلاق کے ایک فیصلہ مین یکساں شہری قانون کے نفاذ کو وقت کی ضرورت قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ یکساں شہری قانون کے نفاذ کا یہی صحیح وقت ہے، یہ فیصلہ ہائی کورٹ کے جج پرتھا ام سنگھ نے سنایا، یہ مقدمہ ہندو میاں بیوی کا تھا، شوہر ہندو میرج ایکٹ کے تحت طلاق کی مانگ کر رہا تھا، جب کہ بیوی کا کہنا تھا کہ وہ مینا قبیلہ کی ہے، اور اس کا فیصلہ ہندو میرج ایکٹ کے تحت نہیں کیا جا سکتا، جج نے اس مقدمہ کو فیملی کورٹ منتقل کر دیا اور واضح طور پر لکھا کہ آج کا ہندوستان ذات، مذہب اور قبائلی رسم ورواج سے اوپر اٹھ گیا ہے، اس لیے یکساں شہری قانون ہی اس قسم کے قضیہ کا واحد حل ہے، اور یہ کہ پرسنل لا کا سہارا لے کر ہندوستان کے لوگوں کو شادی اور طلاق کے مسائل سے الجھنے کے لیے نہیں چھوڑا جا سکتا، عدالت کو ہر ایسے موقع سے دستور کے راہنما اصول دفعہ 44 کی یاد آتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ صحیح وقت پر ریاست سبھی شہریوں کے لیے یکساں شہری قانون نافذ کرے گی، بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر نے اسی وقت اس قانون کے نفاذ کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ ریاست کو کوئی ایسا قانون نہیں لانا چاہیے جو عوام کے لیے قابل قبول نہ ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ یکساں شہری قانون کا نفاذ اس ملک میں ممکن ہی نہیں، راہنما اصول کے بہت سارے ایسے دفعات ہیں جن کا نفاذ حکومت کے لیے اب تک ممکن نہیں ہو سکا، شاہ بانو کیس کے وقت بھی 1985 میں یہ مسئلہ اٹھا تھا اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے قائدین حکومت کو یہ سمجھانے میں کامیاب ہو گیے تھے کہ یکساں شہری قانون سے ملک کی سلمیت کو خطرہ لاحق ہوگا اور علاحدگی پسندی کے مزاج کو فروغ ملے گا۔ کیوں کہ اس ملک کی شناخت رنگا رنگا تہذیب سے ہے، مختلف مذاہب کے اقدار، رسم ورواج، طور طریقے مل کر قوس قزح بناتے ہیں، اور بقول ذوق گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن۔

جس دن حکومت نے یکساں شہری قانون بنایا اور اس کے نفاذ کی کوشش کی اس دن غیر مسلموں کا بڑا طبقہ آپس میں ہی اختلاف کا شکار ہو جائے گا، کیوں کہ شمالی ہندوستان میں کئی پشتوں تک ہندوؤں کے یہاں گوتر ملایا جاتا، جس لڑکی سے شادی رچائی جارہی ہے اس سے دور دور تک بہن کا رشتہ نہیں ہونا چاہیے، جب کہ جنوبی ہند میں سب سے اچھی شادی غیر مسلموں کے یہاں وہ ہے جو بھانجی سے کی جائے، ظاہر ہے یکساں قانون کسی ایک کے ہی حق میں جائے گا، دوسرا مخالفت پر اتر آئے گا۔

ہندوؤں کے یہاں آخری رسومات کی ادائیگی کے تین طریقے ہیں، کہیں گاڑا جاتا ہے، کہیں جلایا جاتا ہے، اور کہیں دریا برد کیا جاتا ہے، یکساں شہری قانون دو طریقہ کو ختم کرے گا، ظاہر ہے یہ ان کے لیے بھی قابل قبول نہیں ہوگا۔ اور مسلمانوں کے لیے تو قطعا نہیں، اس لیے کہ ہمارے یہاں تو صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ عزت کے ساتھ نہلاؤ کفناؤ اور زمین میں خاص طریقہ سے قبر کھود کر دفن کر دو۔

اسی طرح شادی کا طریقہ بھی یکساں کسی مذہب والے کے لیے قابل قبول نہیں، ہمارے یہاں نکاح کا طریقہ ہے، کسی کے یہاں سات پھیرے آگ کے گرد لگائے جاتے ہیں اور کسی مذہب میں کوئی دوسرا طریقہ رائج ہے، اس لیے جب بھی یکساں شہری قانون لایا جائے گا، مختلف مذاہب کے لوگ اور مختلف اقلیتوں کی اکائیاں الگ ہو جائیں گی، جس سیملک کا بھلا نہیں ہوگا۔

اسی طرح یکساں شہری قانون کے نفاذ سے مختلف مذاہب کے درمیان ٹکراؤ کی جس فضا ختم ہونے کا خوب پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا ہے وہ بھی موہوم اور فرضی ہے، اس لیے کہ تاریخ بتاتی ہے کہ کورو پانڈو کی بربادی کی داستان چھوڑ جانے والی لڑاء ایک ہی مذہب کے درمیان تھی، مغلیہ عہد میں جو لڑائیاں ہوئیں وہ بھی مذہب کی جنگ نہیں، اقتدار کی جنگ تھی، لڑنے والے ایک ہی مذہب کے تھے، آج بھی جو لڑائیاں جاری ہیں، ان میں دونوں فریق کا مذہب اور ان کے قانون ایک ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ حکومت عدالت کے ذریعہ پیش کیے گئے مشورہ پر کان نہ دھرے اور جس طرح ماضی کے حکمرانوں نے اس مسئلہ پر سوجھ بوجھ کا ثبوت دیا ہے ویسے ہی موجودہ حکومت بھی نظر انداز کر دے، اس ملک کی بھلائی اسی میں ہے۔

اترپردیش کی نئی آبادی پالیسی

عالمی یوم آبادی کے موقع سے اترپردیش کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے 2030-2021 کے لیے نئی آبادی پالیسی کا اعلان کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ سماج میں غربت کا تعلق آبادی کے اضافہ سے ہے اور بڑھتی ہوئی آبادی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اس نئی پالیسی میں دو سے زیادہ بچہ پیدا کرنے والے کو سرکاری نوکری، سرکاری منصوبوں، بلدیاتی انتخاب لڑنے اور ملازمت میں ترقی سے محروم کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ یہ قانون یوپی سرکار ایسے وقت وقت لائی ہے، جب فیملی ہیلتھ سروے 5 کے اعداد وشمار کے مطابق آبادی بڑھنے کی رفتار ہندوستان میں گھٹی ہے۔

یوگی آدتیہ ناتھ اعلان کرتے وقت یہ بھول گیے کہ اگر ان کے والدین نے "دو یا تین بچے ہوتے ہیں گھر میں اچھے" پر عمل کر لیا ہوتا تو آج اس دنیا میں نہ یوگی جی ہوتے اور نہ ہی دہلی کی گدی پر قابض لوگ نظر آتے، ملک کو گاندھی جی بھی نہیں ملتے۔ اس لیے یہ پالیسی ہی غلط ہے، چین نے پہلے ایک ہی بچہ کا قانون بنا رکھا تھا، لیکن افرادی قوت کم ہوئی تو دو بچے پیدا کرنے کی اجازت دی اور ابھی حال میں اس نے تین بچے تک کا قانون پاس کر دیا ہے اب وہاں کے شہری ہی اس سے انکار کرتے ہیں اور حکومت مخمصے میں پھنسی ہوئی ہے۔

اصل میں آبادی پر کنٹرول کا خیال پوری دنیا میں خوف کی اس نفسیات کی وجہ سے ہے کہ زیادہ بچے ہوں گے تو کھائیں گے کیا، لوگ غریب سے غریب ہوتے جائیں گے، اور ترقیاتی کاموں پر اثر پڑے گا، یہ خوف اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنے رزق کا تعلق وسائل سے جوڑتے ہیں، اور خالق پر ہمیں یقین نہیں ہے، حالاں کہ اللہ رب العزت جب کسی بچے بچی کو دنیا مین بھیجتا ہے تو اسے ایک پیٹ ہی نہیں دو ہاتھ کام کرنے کے لیے اور دماغ سوچنے کے لیے دے کر بھیجتا ہے، تاکہ وہ اپنا رزق حاصل کر سکے، جہاں تک وسائل کا تعلق ہے تو اللہ رب العزت امکانات میں اس قدر توسع کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، پہلے ایک ہی فصل ہوا کرتی تھی، اور پیداوار کی مقدار بھی کم ہوتی تھی، لیکن اب ہم کئی کئی فصلیں اگاتے ہیں اور پیداوار کی شرح بھی پہلے سے تین گنا زیادہ ہے، آبادی بڑھی تو رزق کا انتظام اللہ نے کر دیا، پہلے ایک منزلہ مکان کا ہی تصور تھا وہ بھی پھوس کا اور خستہ حال، لیکن آبادی بڑھی تو اللہ نے کثیر منزلہ عمارت کا خیال لوگوں کیذہن میں ڈالا اور اب سو سو منزل کی عمارتیں بن رہی ہیں، آبادی کے بڑھنیسے ترقی رکی نہیں، بلکہ ترقیاتی کاموں میں اضافہ ہوا، پہلے مکانات خشک زمین پر ہی بنائے جاتے تھے، اب سمندر پر بھی مکانات بن رہے ہیں، اور پہاڑ کے سینے کو چیر کر بھی رہائش کی جگہ بنائی جارہی ہے۔

ان چند مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقیاتی کاموں میں رکاوٹ اور غربت کا کوئی تعلق بڑھتی ہوئی آبادی سے نہیں ہے، بلکہ اگر ہم نے آبادی پر کنٹرول کا منصوبہ نافذ کیا تو افرادی قوت کے کم ہونے کی وجہ سے ترقیاتی کاموں پر اثر پڑے گا، اس مشینی دور میں بھی بٹن دبانے اور مشینوں کو کنٹرول کرنے کے لیے انسانوں کی ضرورت پڑتی ہے، بچے پیدا نہ ہوں گے تو افراد کہاں سے آئیں گے۔

اسی لیے اسلام نے اس بات پر زور دیا کہ رزق کا مالک اللہ ہے اور تم تنگی معاش کے ڈر سے بچوں کا قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی کھلاتے ہیں، انہیں بھی کھلائیں گے، یہ وہ عقیدہ ہے جو انسان کو معاشی تنگی کے خوف کی نفسیات سے نکالتا ہے، کاش یہ بات یوگی آدتیہ ناتھ کی سمجھ میں آجاتی۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا محمد اظہار الحق قاسمی

قاسمی ٹرسٹ، ابناء قدیم جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں کے صدر ''اسلام اور معیشت'' کے مصنف، نوجوان عالم دین مولانا محمد اظہار الحق قاسمی کا یکم ذی الحجہ 1442ھ مطابق 12 جولائی 2021 کو صبح کے آٹھ بجے گجرات سے واپس ہوتے ہوئے ٹرین میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جنازہ ان کے آبائی گاؤں حسن پور وسطی لایا گیا، دوسرے دن جنازہ کی نماز عصر بعد میں نے پڑھائی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ، والدہ اور تین لڑکے، تین بھائی اور کئی بہنیں ہیں۔ دو جواں سال بھائی کا انتقال پہلے ہو چکا تھا۔ مولانا تیسرے ہیں جو جوانی میں ہی چل بسے، انتقال کے وقت انکی عمر اکاون سال بتائی جاتی ہے۔

مولانا محمد اظہار الحق بن حافظ محمد ہاشمؒ بن علی نقی بن واحد علی بن نظر علی میرے عزیز شاگرد تھے، حسن پور وسطی، مہوا، ویشالی آبائی وطن تھا، حفظ قرآن انہوں نے مجھ سے کیا تھا، انتہائی گورے چٹے، خوبرو، خوددار، وضع دار انسان تھے۔ اردو، عربی انگریزی زبانوں میں بولنے لکھنے اور کتابوں کو سمجھنے، سمجھانے کی صلاحیت رکھتے تھے، حفظ قرآن کے بعد میری ہی تحریک پر شمالی بہار کی مشہور ومعروف درسگاہ جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی میں داخل ہوئے، ربیع الاول کے مہینے میں یہ فیصلہ میں نے لیا کہ اظہار الحق کو کنہواں بھیجنا ہے، ظاہر ہے وہ داخلہ کا وقت نہیں تھا، میں نے قطب بہار حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ناظم جامعہ کو لکھا کہ ''حضرت یہ لڑکا چندہ میں آیا ہے، اسے قبول کرلیا جائے، ورنہ یہ دوسری طرف چلا جائے گا، میں اسے سامان کے ساتھ بھیج رہا ہوں تاکہ واپسی کی نوبت نہ آئے۔''

حضرت نے اس خط کو بڑی سنجیدگی سے لیا اور ضابطہ کے خلاف اس لڑکے کا داخلہ وہاں ہوگیا، میں نے اپنے دوست قاری بدر عالم صاحب کے حوالہ اظہار کو کردیا تاکہ وہ نگرانی رکھیں، اظہار میاں انتہائی نٹ کھٹ، چُلبلے تھے، مگر حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ اور مولانا محمد طیب صاحب کماوی کی نظر التفات کا شکار ہوگئے، وہاں انہوں نے پڑھا بھی، تربیت بھی لی اور جب واپسی کا پہلا سفر شعبان میں گھر کا ہوا تو ان کے والد نے مجھ سے کہا یہ لڑکا اس قدر بدل گیا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ وہی لڑکا ہے۔ بزرگوں کی نظر کی تابانی اور جلووں کی فراوانی نے اسے بالکل بدل کر رکھ دیا تھا، اس نے پوری زندگی اس جامعہ کو مادر علمی کے طور پر یاد رکھا اور اشرف العلوم کے ابنائے قدیم ہونے کو اپنے لیے باعث فخر جانا، وہ ابنائے قدیم اشرف العلوم کا صدر بھی منتخب ہوا اور بحرین سے آکر صد سالہ اجلاس میں شریک بھی ہوا۔ کنہواں کے بعد اس نے دیوبند کا تعلیمی سفر کیا اور اپنے عہد کے ممتاز طلبہ میں اپنی جگہ بنالی، وہ انجمن تقویۃ الایمان کے تربیتی مناظروں میں شریک ہوتا، اپنے مضبوط دلائل اور طلاقت لسانی سے مشکل سے مشکل موضوعات پر لوگوں کو زیر کردیتا، دارالحدیث میں ہونے والے پروگرام کی جب وہ نظامت کرتا تو اس کی نظامت پروگرام کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی، یہاں بھی اساتذہ کی توجہ اور نظر التفات اسے حاصل رہی اور وہ تعلیمی، تربیتی لحاظ سے پروان چڑھتا رہا، وہ ساتھیوں میں بھی مقبول رہا، اور اساتذہ میں بھی، مولانا عبدالخالق مدراسی، مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلی کی خصوصی توجہ اسے حاصل تھی اور وہ ہر طرح کے تعاون کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے، جب تک دیوبند رہا، ویشالی کا نام روشن رکھا، اس کی ذہانت ضرب المثل تھی، وہ بہترین خطیب تھا، علمی استحضار طلاقت لسانی اور اپنی وجاہت کی وجہ سے پروگراموں میں چھاجایا کرتا۔

دورہ کا سال تھا رجب کا مہینہ، جب وہ بعض لوگوں کی سازش کا شکار ہوگیا، جس کی وجہ سے اس کا اخراج ہوگیا، جھگڑا ساتھیوں کے درمیان تھا، عبارت خوانی سے بات شروع ہوئی، پھر اسے جماعت اسلامی کا ثابت کیا گیا، اس زمانہ میں جماعت اسلامی کی کتابوں کا پڑھنا، اسے اپنے پاس رکھنا بھی جرم کے دائرہ میں آتا تھا، چنانچہ اسی الزام میں اسے نکال دیا گیا، رجب کا مہینہ، دورہ کا سال اور اخراج کی کارروائی، میرے نزدیک یہ کسی طالب کے قتل سے کم نہیں تھا، میاں اظہار کے دل پر جو گذری ہو، خود میرا دل کٹا جا رہا تھا، میں نے دیوبند جانے کا فیصلہ کیا، اتفاق سے ٹرین میں ایک نائب مہتمم بھی بھاگلپور سے سفر کر رہے تھے، میں ان کے سامنے اظہار کے لیے رویا گڑگڑایا، لیکن کان پر جوں تک نہیں رینگی، دیوبند پہونچا، مہتمم صاحب سے ملا، مہتمم صاحب نے میری باتوں کو سنا اور فرمایا کہ ایک لڑکا کے لیے پوری انتظامیہ کو داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا، میرے غائبانہ میں یہ اخراج ہوا، میرا انتظار نہیں کیا گیا، اس کا سیدھا مطلب یہی تو ہے کہ اخراج کرنے والوں کو میری دخل اندازی پسند نہیں، میں نے کہا کہ حضرت! لیکن ایک لڑکے کو خواہشات کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھایا جا سکتا ہے؟ کہنے لگے: مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا، پھر میں نے ہی سوجھایا کہ دائمی اخراج نہیں ہے، شوال میں داخلہ لے کر ضمنی امتحان لیا جا سکتا ہے، اور کامیابی پر سند دی جا سکتی ہے، مہتمم صاحب خوش ہوئے، فرمایا: یہ بہتر ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ ضمنی امتحان میں کامیاب ہوکر قاسمی بن گئے، کئی تنظیم والے ان پر ڈورے ڈالتے رہے، مجھ سے مشورہ لیتے، سمع وطاعت کا مزاج تھا، اس لیے کہیں نہیں گئے، مسلم فنڈ کے منیجر نے اخبار کو بیان دے دیا کہ وہ دہشت گرد ہے۔ اس سے فضا اور مسموم ہوئی، لیکن ''رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت'' کا معاملہ رہا، میرے ہی مشورے سے وہ علی گڈھ مسلم یونیورسیٹی گئے، عربی زبان وادب میں ایم اے کیا، ام فل کیا، پی ایچ ڈی کر رہے تھے، لیکن ابھی تکمیل نہیں ہوئی تھی، ڈاکٹر سعود عالم قاسمی نے اپنی نگرانی میں یہاں اظہار کے تعلیمی مراحل طے کرائے۔ (بقیہ صفحہ ۱۳؍ پر)

کتابوں کی دنیا — مفتی امانت علی قاسمی استاذ ومفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

فتاوی دارالعلوم وقف دیوبند

دارالعلوم وقف دیوبند میں فتاوی نویسی کا نظام قریب چالیس سال سے جاری ہے، اس عرصہ میں کثرت کے ساتھ دارالعلوم وقف دیوبند کی طرف فتاوی کے سلسلے میں رجوع کیا جاتا رہا اور آج بھی اس کا تسلسل الحمد اللہ جاری ہے۔ دارالعلوم وقف دیوبند کے سب سے پہلے مفتی حضرت مولانا احمد علی سعید صاحبؒ کو فتاوی کے سلسلے میں کافی درک اور مہارت حاصل تھی، وہ اپنے علمی وفقہی ذوق کی بنا پر علماء دیوبند میں ممتاز تھے، ان کے بعد بھی باصلاحیت حضرات مفتیان کرام خدمات انجام دیتے رہے اور دستی اور ڈاک کے علاوہ آن لائن فتاوی کا بھی یہاں پر نظام ہے جس کی وجہ سے فتاوی کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا اور شروع سے ہی حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم مہتمم دار العلوم وقف دیوبند کی خواہش تھی کہ یہ فتاوی مرتب ہوجائیں تاکہ اس کا افادہ عام ہوسکے؛ لیکن خدائی قانون کے تحت ہر چیز کا ایک وقت متعین ہوتا ہے چنانچہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے جب تعلیمی سلسلہ سابقہ روایات کی طرح جاری نہیں رہ سکا تو حضرت مولانا محمد شکیب قاسمی صاحب نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند نے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت وایما پر دیگر کتابوں کی تحقیق وترتیب کے ساتھ ترتیب فتاوی کا نظام بھی قائم فرمایا۔

ترتیب فتاوی کے سلسلے میں حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی میں حضرت مولانا مفتی احسان صاحب قاسمی (مفتی دارالعلوم وقف دیوبند) حضرت مولانا محمد شکیب صاحب قاسمی (نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) حضرت مولانا مفتی محمد عارف صاحب قاسمی (مفتی دارالعلوم وقف دیوبند) مفتی محمد عمران صاحب قاسمی (نائب مفتی دارالعلوم وقف) مفتی محمد اسعد جلال صاحب قاسمی (نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند) مفتی محمد حسنین ارشد صاحب قاسمی (نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند) اور راقم الحروف امانت علی قاسمی (مفتی دارالعلوم وقف دیوبند) کو شامل کیا گیا، اس کمیٹی نے سب سے پہلے کاموں کا خاکہ مرتب کیا، اس کے بعد توکلا علی اللہ کام شروع کردیا گیا اور الحمدللہ ایک سال کے عرصے میں اس کی دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں؛ جب کہ تیسری جلد اشاعت کے مرحلے میں ہے اور مزید دو جلدوں پر کام تکمیل کے مرحلے میں ہے۔

ترتیب فتاوی کا منہج: ترتیب فتاوی میں چند چیزوں کا اہتمام کیا گیا ہے: (۱) فتاوی دارالعلوم وقف دیوبند، دارالعلوم وقف دیوبند سے جاری فتاوی کا منتخب مجموعہ ہے، اب تک جتنے فتاوی یہاں سے جاری ہوئے ہیں وہ تمام فتاوی بڑے رجسٹروں میں محفوظ تھے، سب سے پہلے تمام رجسٹروں کو پڑھ کر ابواب وفصول کی نشان دہی کی گئی اور اس طرح ایمانیات اور طہارت وغیرہ کے مسائل کو رجسٹروں سے نکال کر کمپوز کرالیا گیا۔ (۲) تمام فتاوی کو پڑھ کر مکررات کو حذف کیا گیا تاکہ غیر ضروری ضخامت سے اجتناب کیا جاسکے۔ (۳) تمام فتاوی پر عنوانات لگائے گئے۔ (۴) ابواب وفصول کی ترتیب قائم کرکے منتخب فتاوی کا ایک مجموعہ تیار کرلیا گیا۔ (۵) اس کے بعد تخریج کا عمل شروع کیا گیا اور انتہائی عرق ریزی سے تخریج کے عمل کو انجام دیا گیا اور کوشش کی گئی کہ ہر مسئلے میں کم از کم تین حوالہ جات درج کیے جائیں کہیں کہیں اس سے زیادہ اور بعض جگہ اس سے کم پر بھی اکتفاء کیا گیا ہے۔ حوالہ جات میں کوشش کی گئی ہے کہ جدید تحقیقی امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمام ضروری چیزوں کا اندراج کیا جائے۔

فتاوی کی خصوصیات: فتاوی دارالعلوم وقف دیوبند کی خصوصیات درج ذیل ہیں: (۱) چوں کہ یہ منتخب فتاوی کا مجموعہ ہے اور اس میں ۱۹۸۳ء سے تا حال کے فتاوی شامل ہیں اس لیے ہر باب میں جدید مسائل کا اچھا خاصہ ذخیرہ آگیا ہے۔ (۲) کوئی بھی فتویٰ بلا حوالہ درج نہیں ہے؛ بلکہ ہر فتوی کی تخریج لازمی طور پر کی گئی ہے۔ (۳) تخریج فتاوی میں جدید اسلوب کی مکمل رعایت کی گئی ہے اور حدیث کے حوالے میں باب کے ساتھ حدیث نمبر اور فقہی کتابوں میں بھی کتاب کے ساتھ باب وفصل کے اندراج کا اہتمام کیا گیا ہے۔ (۴) فتاویٰ کے شروع میں حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کا فقہ وفتاوی سے متعلق علمی وتحقیقی مقدمہ شامل ہے جس میں مجتہدین کے امتیازات اور ان کا دائرہ کار، فقہ اسلامی عہد بہ عہد، فقہ اسلامی کے مصادر، فقہی مصادر سے استفادہ کا طریقہ کار کے علاوہ فتاوی نویسی کی اہمیت جیسے عنوانات پر منفرد اسلوب میں مدلل گفتگو کی گئی ہے۔

ابواب وفصول کا تعارف: فتاوی کی پہلی جلد باب الایمان، باب العقائد اور باب البدعات والرسوم پر مشتمل ہے، باب الایمان میں دو فصلیں ہیں فصل اول: ایمانیات سے متعلق مسائل، فصل ثانی: کفریہ وشرکیہ اعمال واقوال۔ باب العقائد میں آٹھ فصلیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے: فصل اول قضاء قدر، فصل ثانی: انبیاء کرام سے متعلق عقائد، فصل ثالث: علم غیب کا بیان، فصل رابع: صحابہ کرام سے متعلق عقائد کا بیان، فصل خامس: حشر ونشر کا بیان، فصل سادس: جنات و فرشتوں سے متعلق عقائد کا بیان، فصل سابع: توسل کا بیان اور فصل ثامن: اسلامی عقائد۔ باب البدعات والرسوم میں نو فصلیں ہیں: فصل اول: مروجہ فاتحہ خوانی، فصل ثانی: میلاد و مروجہ صلاۃ وسلام، فصل ثالث: نذر و نیاز سے متعلق رسوم، فصل رابع: مزارات اور قبروں سے متعلق رسومات، فصل خامس: میت اور ایصال ثواب سے متعلق رسومات، فصل سادس: نکاح کی رسومات، فصل سابع: مخصوص ایام کی رسومات، فصل ثامن: اغلاط العوام، فصل تاسع متفرقات بدعت۔ دوسری جلد باب العلم، باب السیر والمناقب، اسلامی وغیر اسلامی فرقے، دعوت وتبلیغ، اذکار وادعیہ، تصوف وسلوک اور کتاب الطہارت کے بعض حصوں پر مشتمل ہے۔

Scanned with CamScanner

قسط چہارم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی جرأت وکرامت

حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

جرأت واستقامت کا بے نظیر واقعہ

دورانِ جنگ انگریزی فوج قلعہ میں بند ہوگئی اور وہاں سے مجاہدین کو گولیوں کا نشانہ بنانا شروع کردیا اور قلعہ کے چاروں طرف سوائے ایک چھوٹی مسجد کے جو پھاٹک کے جانب تھی اور کچھ بھی نہ تھا جہاں یہ مجاہدین گولیوں سے اپنے کو بچاسکیں، مسجد سے جوں ہی نکلتے انگریزی فوج گولیاں برسانا شروع کردیتی، اس موقع پر حضرت نانوتویؒ نے جرأت واستقامت کی ایک عجیب مثال رقم کی۔ واقعہ مولانا مناظر احسن گیلانی کی زبانی سنتے ہیں:

مولانا لکھتے ہیں: اس وقت اپنے ہوش وحواس کے توازن کو قائم کرتے ہوئے الامام الکبیر نے ایک غیر معمولی جرأت آزما اقدام کا عزم بالجزم فرمالیا۔ یہ مسجد اسی سمت میں واقع تھی، جس میں گڑھی (قلعہ) کا دروازہ تھا، اسی دروازہ کے قریب چھپر کی ایک کٹی تھی جو غالباً محافظ سپاہیوں کے سایہ لینے کے لئے بنائی گئی تھی، مسجد سے الامام الکبیر کی نظر مبارک دروازہ کے اس چھپریا پر پڑی اور اچانک ایک ''حربی کمیدہ'' یا ''جنگی چال'' کا گویا آپ کو الہام ہوا۔ سمجھ میں یہ آیا کہ اس ''چھپریا'' تک پہنچنے کی صورت اگر کوئی نکل آئے تو اس کو اکھاڑ کر دروازے کے کواڑوں پر رکھ دیا جائے اور چھپریا میں آگ لگادی جائے، جس سے کواڑ بھی جل جائے گا اور یوں تحصیل کی گڑھی میں گھسنے کا موقع مجاہدین کے لئے بہ آسانی نکل آئے گا لیکن ظاہر ہے کہ مسجد سے چھپریا تک پہنچنا آسان نہ تھا۔

بندوقیں چھتیائے انگریزی فوج کے سپاہی گڑھی کی دیواروں پر اور ان کی آڑ میں پوری نگرانی کررہے تھے کہ گڑھی کے دروازے تک کوئی پہنچنے نہ پائے۔ نظر پڑتے ہی اس پر گولیاں برسانے لگتے تھے۔ چھپریا تک پہنچنا، اس کو اکھاڑنا، اکھاڑ کر دروازے کے کواڑوں سے اس کا اتصال پیدا کرکے آگ لگانا اتنا لمبا کاروبار تھا کہ بمشکل ہی اس کا موقع برتی ہوئی گولیوں کے درمیان نکالا جاسکتا تھا، مگر اس کو کیا کیجئے کہ اولوالعزموں کے عزم اور ارادہ کا مظاہرہ ان ہی نازک مواقع پر ہوا کرتا ہے۔ تجویز بھی الامام الکبیر کے دماغ میں آئی اور تجویز پر عمل کرنے کا عزم بھی خدا نے آپ ہی کے نورانی قلب میں پیدا کیا۔

الامام الکبیرؒ اپنی اس ''آتشیں تجویز'' پر عمل کرنے کے لئے تنہا آمادہ ہوگئے، کسی رفیق کو بھی رفاقت کی تکلیف نہ دی اور دیکھا گیا کہ کوندتی ہوئی بجلی کی طرح آپ گولیوں کی اسی بارش کے درمیان نکلتے ہوئے چھپریا تک پہنچ گئے۔

''الامام الکبیرؒ حضرت نانوتویؒ نے پھرتی سے بڑھ کر اس چھپریا کو اپنی جگہ سے جلد جلد اکھاڑا اور اکھاڑ کر اسے تحصیل کے دروازے سے لاملایا اور اس میں آگ لگادی۔''

خدا ہی جانتا ہے کہ گولیوں کی بوچھار سے نکلنے میں اور چھپریا تک صحیح وسالم پہنچنے میں وہ کیسے کامیاب ہوئے مگر دیکھا یہ گیا کہ چھپریا میں آگ لگی ہوئی ہے اور اس کے بعد آگ کا لگنا تھا کہ گڑھی کے پھاٹک کے کواڑ بھی جل اٹھے۔ صورت حال کچھ ایسی پیش آئی کہ ان جلتے ہوئے کواڑوں کی آگ بجھانے کی ہمت گڑھی کے محصور فوجوں کو نہیں ہوئی، بجائے لکڑی کے صرف کوئلہ اور راکھ کے کواڑ بن کر وہیں رہ گئے۔ یوں گڑھی کا بند دروازہ مجاہدین کے لئے وا ہوگیا اور یلغار کرتے ہوئے تحصیل کے اندر مجاہدین جا گھسے۔ اس وقت چارۂ کار ہی محصوروں کے لئے اس کے علاوہ اور کیا تھا کہ نیام سے تلواروں اور کرچوں کو نکال نکال کر مجاہدین سامنے آجائیں کہ مجاہدین اور قلعہ بند فوج کے درمیان دست بہ دست جنگ ہونے لگی، گڑھی کے اندر تو یہ دست بدست جنگ ہورہی تھی، مجاہدین کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا، کرائے کے سپاہی ان کے مقابلہ میں کیا ٹھہر سکتے تھے۔

''پانسہ مجاہدین کے حق میں پلٹ آیا، انگریزی فوج کو شکست ہوگئی، تحصیل شاملی پر مجاہدین کا قبضہ ہوگیا۔''(۱)

حضرت نانوتویؒ کی کرامت

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ نے اپنے جہادی یادداشت میں لکھا ہے کہ اسی جہادِ شاملی میں حضرت کو بھی گولی لگی تھی، مولانا عاشق الٰہی نے بایں الفاظ نقل کیا ہے:

''حضرت مولانا قاسم العلوم والخیرات ایک مرتبہ یکا یک سر پکڑ کر بیٹھ گئے، بعض نے دیکھا کہ کنپٹی میں گولی لگی اور دماغ پار کرکے نکل گئی۔ اعلیٰ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: ''کیا ہوا میاں؟''

''عمامہ اتار کر سر کو جو دیکھا تو کہیں گولی کا نشان نہ ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔ حق تعالیٰ کو تم سے بہت کام لینا ہے، گولی لگنے کے بعد حضرت والا کو محفوظ رہنے اور محض قدرے خون نکل آنے اور داڑھی مونچھ کے کچھ بال اڑ جانے پر بس ہوجانے کے ظاہری سبب کے بارے میں مختلف روایتیں بیان کی گئی ہیں۔

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گولی کا بے اثر رہ جانا حضرت الامام الکبیرؒ ہی کی کرامت تھی۔

میں نے اپنے متعدد بزرگوں سے سنا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے حضرت الامام الکبیرؒ کو وارستہ مزاج، آزاد اور جوشِ جہاد میں جان سے قطعاً بے پرواہ دیکھ کر جہاں مولانا منیر صاحبؒ کو ان کے پیچھے پیچھے بطور محافظ رہنے پر مامور کیا وہیں ایک تعویذ بھی دیا کہ اسے پگڑی میں رکھیں، بعض ثقات سے مسموع ہوا کہ حضرت حافظ ضامن صاحب شہیدؒ نے انگلی سے اپنا لعابِ دہن پیشانی پر لگا دیا تھا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب نے اس سلسلہ میں حضرت گنگوہیؒ کے تصرف کی طرف ایماء کیا ہے۔ بہرحال روایات مختلف ہیں ان میں نہ تعارض ہے نہ تضاد اور نہ ان میں سے کسی روایت کے انکار کی ضرورت۔

حاصل یہ نکلتا ہے کہ الامام الکبیرؒ کے بڑے، ہم عصر اور دوست سبھی ان کی طرف متوجہ اور ان کی طرف سے فکرمند تھے اور چاہتے تھے کہ خصوصیت سے وہ محفوظ رہیں کیوں کہ ان کے علم وفضل اور قوتِ باطنی سے آئندہ کے بہت سے دینی وعلمی مہمات کی تکمیل محسوس کررہے تھے۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ہجرت فرمانے کے وقت جب یہ دونوں خلفاء (الامام الکبیرؒ اور حضرت گنگوہیؒ) آخری طور پر ملنے کے لئے پنجلاسہ (پنجاب) پہنچے اور اصرار شروع کیا کہ حضرت ہم بھی آپ کے ساتھ اس ملک سے ہجرت کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں بھی ساتھ ہی لے چلئے تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں تم ہندوستان ہی میں رہو، تم سے حق تعالیٰ کو بہت کچھ کام لینا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے اصلاحی مکتوبات

حکایات اہل دل -------- عارف عزیز

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے جو اثرات آج تک ہندوستان میں نظر آتے ہیں، ان میں اہم کردار ان مکتوبات کا ہے، جن کے ذریعہ حضرت نے دلوں میں ایمانی حرارت پیدا کردی اور عیش وعشرت سے بااثر طبقہ کو بیدار کیا، یہ مکتوب اس وقت کی رائج سرکاری زبان فارسی میں ہیں، جن سے معاشرہ میں عام طور پر اور مسلمانوں میں خاص طور پر نشاۃ ثانیہ کا عمل شروع ہوا، جن میں سماجی ہر بگاڑ اور زندگی کے ہر پہلو پر بے لاگ گفتگو ملتی ہے، حضرت نے دعوت کا جو دلنشیں طریقہ اپنایا ہے، وہ براہ راست دلوں پر دستک دیتا ہے، ان میں سے بعض خطوط میں اصلاح کے لئے طنز کا پیرایہ بھی اختیار کیا گیا ہے، ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں: ''ایک عزیز نے شیطان کو دیکھا کہ وہ مطمئن بیٹھا ہے، اس نے حیرت سے شیطان سے سوال کیا کہ تمہارے اطمینان کی وجہ کیا ہے؟ شیطان کا جواب تھا اس وقت علماء سوء میری مدد کررہے ہیں اور انہوں نے مجھے اپنے اصل کام انسانوں کو گمراہ کرنے کے عمل سے بےفکر کردیا ہے''۔

مکتوب مجدّدی میں ہمت وحوصلہ سے حالات کا مقابلہ کرنے کا جہاں تلقین ملتی ہے، وہیں خوداعتمادی اور ناگفتہ بہ صورت حال کو بدلنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے، خان اعظم کے نام ایک خط میں وہ لکھتے ہیں: ''آج وہ زمانہ ہے کہ تھوڑا سا عمل بہت بڑے ثواب کا باعث ہوسکتا ہے، اصحاب کہف ہجرت کے علاوہ کوئی اور عمل ظاہر نہیں کرسکے، لیکن ان کو اللہ تعالیٰ نے بلند ترین مدارج عطا فرمائے، دشمن کے غلبہ کے بعد اگر فوجی کے سپاہی تھوڑی بھی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں، تو ان کا درجہ بہت بلند ہوجاتا ہے''۔

حضرت مجدد الف ثانی کا طریقۂ دعوت واصلاح نہایت منفرد تھا، جس کے دوررس اثرات، برصغیر کی سیاسی صورت حال پر مرتب ہوئے اور عامۃ المسلمین نے بھی اس کا گہرا اثر قبول کیا، بالخصوص جمہور علماء اور صوفیاء کی فکر ونظر میں اصلاح ہوئی، عہد اکبری کی بددینی کے خلاف ایک ایسا ردّ عمل شروع ہوا، جس نے بتدریج طاقتور تحریک بن کر عہد جہانگیری اور عہد شاہجہانی پر گہرے اثرات مرتب کئے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اورنگ زیب عالم گیرؒ جیسے مصلح ومتقی حاکم کو پیدا کیا، جنہوں نے بادشاہی میں درویشی اختیار کی اور ذاتی زندگی میں سادگی کو شعار بنایا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا زبردست کارنامہ خواص کے ذریعہ اکبری الحاد بددینی کے خلاف رائے عامہ تیار کرنا تھا، کیونکہ اسلام سے انحراف کی جس روش نے اکبر کے دین الٰہی کی شکل اختیار کی، وہ اگرچہ اس کے انتقال پر ختم ہوگئی لیکن عوامی سطح پر اس کے دو مظاہرے باقی تھے، حضرت نے ان دونوں امور پر توجہ دی، انہوں نے کفر کی سیاسی شوریدہ سری کا پردہ چاک کیا، بادشاہ کے دربار میں رواج پانے والی بدعات وسیئات کو ہدف بنایا، جہانگیر کے بلانے پر دربار میں حاضر ہوئے، لیکن خیرخواہوں کے کہنے کے باوجود بادشاہ کو سجدہ نہ کیا، جس کے نتیجہ میں حضرت کا قید ہوجانا اور بعد میں رہا ہونا سیاسی لحاظ سے نہایت اہمیت کا حامل اور عظمت اسلام کا باعث بنا بلکہ یہ کہا جائے تو عین حقیقت ہوگی کہ اکبری الحاد کو اس وقت جو سیاسی پشت پناہی حاصل تھی اس پر پہلی ضرب کاری لگی، آپ کا عوام میں بیداری کی لہر پیدا کرنے کے لئے ایک اہم اقدام ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغی وفود کی روانگی بھی تھا، جس کے ذریعہ اسلام کی صحیح تعلیمات لوگوں تک پہنچیں، اتباع سنت کی اہمیت سے عام لوگ آگاہ ہوئے، نیز شرک وبدعات کے خلاف عام جذبہ پیدا ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اصلاحی وتبلیغی مکتوبات جو آپ نے اپنے عہد کے علماء، مشائخ، امراء اور حکام کو لکھے وہ تین جلدوں پر مشتمل ہیں، ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بادشاہ وقت تک اپنی رشد وہدایت پہنچانے کے لئے ان خطوط کا استعمال کیا، وہ مکتوب جو درباری امراء، افسران اور فوج کے ذمہ داروں کے نام تحریر کئے گئے ان میں اصلاح نفس، پابندئ شریعت صحیح عقائد، روحانی مقاصد وغیرہ کے تعلق سے گرانقدر ارشادات وتعلیمات ملتی ہیں، اس طرح حضرت نے دربار جہانگیری کے جتنے بھی ممتاز عہدیدار سنی المذہب حکام تھے سب کو اپنا حلقہ بگوش بنالیا، اس میں قابل ذکر نام خان خاناں، خان جہاں، خان اعظم، خواجہ جہاں، قلیج خان اور نواب سید فرید کے علاوہ تقریباً دوسو حضرات کے نام آپ کے ۵۲۶ مکتوب ہیں جو تقریباً بارہ سو صفحات پر محیط ہیں، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دولت اکبری وجہانگیری کے سنی العقیدہ ارکان حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحریک اصلاح کے اعضاد وارا کین بن گئے تھے، یہ ایک مستحکم نظام تھا اور اس کا سرچشمہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی ذات والا صفات تھی۔ سولہویں صدی کا وہ عہد جس میں حضرت پیدا ہوئے، ایک لحاظ سے بادشاہوں کا زمانہ تھا، اس وقت حضرت امام ربانی کسی جمہوری سیاسی تحریک کے ذریعہ اصلاح وتبلیغ کا کام انجام نہیں دے سکتے تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے زمانے کے موجودہ اداروں کے ذریعہ بیعت وارشاد، تعلیم وتربیت اور اصلاح وتجدید کا منفرد کارنامہ انجام دیا، اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ برصغیر کو ایک غیر مسلم ملک بن جانے سے منشائے الٰہی کے مطابق آپ نے حفاظت فرمائی، حضرت کے بارے میں علامہ اقبال نے کیا ہی سچ کیا ہے ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

Scanned with CamScanner

علماء دین کی ذمہ داریاں اور عصر حاضر

مولانا محمد اسلام قاسمی دیوبند

ہر قوم میں اللہ نے انبیاء اور رسول بھیجے ہیں، یہاں تک کہ یہ بعثت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہا کو پہونچی، اللہ نے اپنی کتاب مقدس میں واضح کردیا کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا، یہی دین اسلام قیامت تک کے لئے ہے اور خاتم الانبیاء نے بعثت کے بعد اپنی پوری زندگی اسی مقصد کے لئے وقف کردی، اپنے قول وعمل سیرت وکردار اور اسوۂ حسنہ سے تمام دنیا کے لئے قابل تقلید اور واجب العمل دین وشریعت دے کر ایک نمونہ چھوڑا اور رخصت ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ صحابہ کرام کی جماعت نے قرآن وسنت اور رشد وہدایت کی توسیع وتبلیغ کا فریضہ اس طرح انجام دیا کہ پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوا، پھر تابعین، محدثین، فقہاء، اولیاء اور علمائے عظام اس راہ پر چلتے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں علمائے دین کا کردار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد صحابۂ کرام کی جماعت نے اس کار نبوت کو جاری رکھا، پھر تابعین عظام اور ان کے بعد محدثین وفقہاء وعلمائے دین نے اس وراثت نبوی کو مستحکم کیا اور عام کیا، یہ زمانہ بنوامیہ کے بعد بنوعباسیہ خلافت کا تھا، مسلمانوں کی حکومت دنیا کے بیشتر حصوں تک پہنچی، تو اسلامی علوم وتہذیب اور قرآن وحدیث کے درس وتدریس میں وسعت آتی گئی اور جب ۶۵۶ھ میں بغداد کی مرکزی خلافت کا خاتمہ ہوا تو مسلمانوں کے زوال کا آغاز بھی ہوگیا، اندلس میں مسلم حکمرانی اپنے آخری مرحلے میں داخل ہوچکی تھی، افریقہ کے ممالک میں مسلمانوں کی حکومت تھی، مگر سب انتشار کا شکار یا زوال پذیر، برصغیر ہندوستان میں مغلیہ سلطنت قائم تھی مگر وہ اسلامی حکومت نہیں تھی، بدعات ورسومات یا حکمرانوں کے ذریعہ عام کئے گئے نظریات وعقائد ہی رائج تھے، بیشتر علماء دین یا تو حکمرانوں کے قریب ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دینی امور اور اسلامی علوم میں غلط تشریحات وتاویلات کا انبار لگا رہے تھے یا پھر ان میں قرآن کریم وحدیث کی تدریس وتعلیم کا جذبہ نہیں پایا جاتا تھا، اسلامی علوم کے نام پر فقہ، معقولات اور قدیم یونانی فلسفے میں مہارت حاصل کرنا ہی ان کے پیش نظر رہا۔ ایسے حالات میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے حضرات کی خدمات ہی قابل ذکر کارنامے ہیں۔

پھر ایک انقلابی دور کا آغاز حجۃ اللہ فی الارض شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے خانوادے اور ان کے فیض یافتہ افراد کے ذریعہ ہوتا ہے، جب حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے ہندوستان میں نہ صرف بدعات ختم کرنے کی کوشش کی، بلکہ قرآن وحدیث، تفسیر واصول کے علوم کو زندہ کیا اور اسے دینی درسگاہوں میں تدریس کی بنیاد بنایا اور اسلامی علوم وفنون پر کتابوں کی تصنیف وترجمہ کا بیڑا اٹھایا، اور یہ وہی وقت تھا۔

جب ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کا اقتدار ڈولنے لگا تھا، بالآخر یہ عظیم ترین ملک بھی استعماری طاقتوں کے قبضے میں آگیا، مگر ابھی علوم نبوی کے حاملین ووارثین اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوئے تھے، اسلامی علوم وفنون کی اشاعت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا، حیدرآباد، بھوپال، لکھنؤ اور بعض دیگر علاقوں میں دینی وعلمی خدمات کا جذبہ رکھنے والے متمول گھرانے کی سرپرستی میں انفرادی طور پر علمائے دین اس وراثت نبوی کو جاری رکھے ہوئے تھے۔

مگر ۱۸۵۷ء کی بغاوت کی ناکامی نے مسلمانوں کے دین وایمان اور دینی علوم کی حفاظت واشاعت پر قدغن لگادیا، حکومت گئی، آزادی سلب ہوئی، جان ومال کی قربانیاں دینی پڑیں اور دین وایمان کی بقاء واشاعت علوم دینیہ کا مرحلہ سامنے آگیا، ایسے میں علمائے کرام کی ایک جماعت نے جن کو تربیت قطب زمانہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی تھی، ایک چھوٹے سے گاؤں ''دیوبند'' سے اس اہم ذمہ داری کی انجام دہی کے لئے ''دینی عربی مدرسہ'' کی بنیاد ۱۸۶۶ء میں ڈال دی، اسی سال سہارنپور میں بھی ایک دینی مدرسے کی بنیاد پڑی، ڈیڑھ سو سال قبل قائم یہ ادارے اب ''دارالعلوم دیوبند'' اور ''مظاہر علوم سہارنپور'' کے نام سے موسوم ہیں، دیوبند میں قائم یہ مدرسہ دراصل ایک دینی اور علمی تحریک کا عنوان ہے جس کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کے رفقاء علمائے دین اسلامی علوم کے ماہرین تھے، جنہوں نے ہر میدان میں اپنی خدمات پیش کیں، پھر ان ہی اصول ومقاصد کے تحت ہندوستان بھر میں دینی مدارس قائم کئے جانے لگے اور وہاں سے فراغت اور علوم اسلامیہ کی تکمیل کے بعد فضلاء وعلماء کی جماعتوں نے ملک وبیرون ملک ہر علاقے میں تعلیم وتدریس، امامت وخطابت اور رشد وہدایت کے ذریعہ تعلیمی بیداری پیدا کی اور اصلاح معاشرہ کا فریضہ بھی انجام دیا۔

بیسویں صدی میں علمائے دین کی خدمات

بیسویں صدی عیسوی میں خاص طور پر علمائے اسلام کی ذمہ داریاں اس لئے زیادہ ہوگئیں کہ اس زمانے میں دشمنان اسلام خاص طور پر یورپ نے اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف منصوبہ بند طریقے پر حملے تیز کئے، یہ وہ زمانہ ہے جب پوری دنیا میں خاص طور پر ایشاء اور افریقہ بر اعظموں کے اسلامی ممالک برطانیہ یا فرانس کی استعماری طاقتوں کے ماتحت ہیں یا مقبوضہ ہیں، یورپ کی سیاسی، معاشرتی اور علمی ترقی کی تشہیر کی جارہی ہے اور دنیائے اسلام کو یہ باور کرایا جارہا ہے کہ آج کی سائنسی ترقی کا تقاضہ ہے کہ پرانی روایات اور فرسودہ فکر وخیال سے مکمل طور پر پیچھا چھڑا لیا جائے، حتی کہ دین وشریعت اور مذہبی عقائد کو بالائے طاق رکھ کر یورپ کی تقلید کی جائے۔

اسی کے ساتھ اسلامی تعلیمات اور احکام شریعت میں اعتراضات واشکالات کے ساتھ مسلمانوں کو دین سے دور کرنے کی سعی کی جانے لگی، مسلکی نزاعات اور فروعی اختلافات کو ہوا دیکر مسلم قوم میں تفریق پیدا کی جانے لگی، ان کے فکر وخیال حتی کہ عقیدے کو کمزور کرنے کے لئے نت نئے فتنے ابھارے گئے، ان کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کئے گئے، تاکہ وہ اپنے عقیدے یا احکام شریعت سے بدظن ہوجائیں، یا کم از کم احساس کمتری میں مبتلا رہیں اور اسلامی شریعت کی بجائے مغربی اور لادینی مذہب اپنالیں، مگر اس پرآشوب دور میں بھی علماء دین نے اپنے فرائض اس طرح انجام دئے کہ ان سازشوں کے بالمقابل سینہ سپر ہوگئے اور ہر ہر جہت سے مسلمانوں کی دینی رہنمائی میں مشغول ہوگئے۔

گمراہ اور باطل فرقوں کی گمراہی اور بطلان کو واضح کرتے چلے گئے، اسلامی عقائد اور دینی تعلیمات کی سربلندی اور حقانیت قائم کرنے کے لئے ہر مورچے پر جمے رہے، کبھی مناظروں کی صورت میں، کبھی تالیف وتصنیف کے ذریعے، کہیں دعوت وتبلیغ کی راہ سے اور کہیں دینی مدارس قائم کرکے اور پورے ملک میں تقریر وتحریر کے واسطے سے، اسی طرح افتاء کے ذریعے مسلم معاشرے کی دینی رہنمائی اور اصلاح معاشرہ کے نمایاں خدمات انجام دیتے رہے۔

ان دینی امور کی انجام دہی کے ساتھ جب ملک وملت کو استعماری قوتوں سے آزادی کے لئے جدوجہد کی ضرورت پڑی تو اس میدان میں بھی عملی وفکری قیادت پیش کی، نہ صرف جدوجہد آزادی کی ترغیب دی، بلکہ خود بھی اس طرح کے معرکوں میں شریک رہے، معرکۂ شاملی اس کی ایک معمولی مثال تھی، بیسویں صدی میں جدوجہد آزادی کی تحریکات میں ان علماء کرام کی شمولیت اور جان ومال کی قربانیاں تاریخ آزادی وطن کے صفحات میں نقش دوام کی صورت میں موجود ہیں۔

ملک آزاد ہوا تو پورے ملک کو اور خصوصاً امت مسلمہ کو بے شمار دشواریوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، معاشی طور پر بھی اور تعلیمی میدان میں بھی، دوسری جانب احکام شریعت اور اسلامی تعلیمات سے دوری بھی رہی، جس کے بظاہر اسباب معاشی بھی تھے اور دینی علوم سے بے رغبتی یا ناواقفیت بھی تھی، بہت سے علاقوں میں مسلمان صرف نام کے رہے، ورنہ ایمان وعقیدہ، دینی تعلیمات، احکام خدا اور رسول سے قطعی بیگانہ تھے، ایمان کے ظاہری علامات وعبادات رسوم وروایت کے درجے میں باقی تھے، ذہنی اور فکری طور پر خیر امت ہونے کا احساس بھی جاتا رہا تھا، ایسے حالات میں بھی علمائے دین اور وارثین انبیاء نبھاتے رہے، بالخصوص علمائے دیوبند نے پورے ملک اور بیرون ملک میں اس طرح اپنی خدمات انجام دیں کہ امت کے بڑے طبقے کو ان سے خیر کی امیدیں نظر آنے لگیں اور دینی وملی امور میں دیوبند کے فیصلوں اور علمائے دیوبند کو مقبولیت حاصل ہوگئی، علمائے دیوبند نے قرآن وحدیث ودیگر دینی علوم کی ذریعہ تفہیم شریعت اور اصلاح معاشرہ کے نمایاں کارنامے انجام دئے، بدعات اور گمراہیوں کے خاتمے کی مہم بھی اپنائی اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا کرنے کی ترغیب عملی طور پر بھی دیتے رہے۔

موجودہ وقت میں علماء کرام کی ذمہ داریاں

گذشتہ چند دہائیوں سے ہندوستان میں جو سیاسی حالات پیدا ہوئے اس کا عکس فکری اور علمی حالات میں بھی نمایاں ہے، ہندوستان ایک تکثیری معاشرے کا جمہوری ملک ہے، دستور وآئین کی رو سے ہر مذہب کے پیروکاروں کو اپنے عائلی قوانین پر قائم رہنے کی مکمل آزادی ہے، مسلمانوں کو بھی اپنی شریعت کے دائمی قوانین پر عمل کرنے کی اجازت ہے، مگر بعض افراد یا اسلام مخالف بعض تنظیمیں اس کی مخالفت بھی کرتی ہیں اور خود مسلمانوں کا ایک طبقہ احکام شریعت پر عمل کرنے میں تساہل برتتا ہے، قرآن وحدیث پر ایمان کے دعوؤں کے باوجود عملی طور پر کوتاہ نظر آتا ہے، یا ایک بہت بڑا طبقہ قرآنی تعلیمات اور دینی رہنمائی اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عام کرنا علمائے دین کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے کیونکہ کار نبوت کو جاری رکھنا بھی ان وارثین انبیاء کا فریضہ ہے۔

عہد حاضر میں علماء کی ذمہ داریاں

☆ برادران وطن کے سامنے اسلامی تعلیمات کی افادیت واضح کرتے ہوئے قرآن وحدیث کے قوانین وتعلیمات کو پوری دنیائے انسانیت کے لئے فلاح وسعادت پر مشتمل تمام پہلوؤں کو پیش کرنا۔

☆ دعوت الی اللہ اور احکام شریعت پر عمل کی ترغیب میں قرآنی ہدایت کے مطابق ''حکمت اور موعظۃ حسنہ'' کو ملحوظ رکھنا۔

☆ قرآن اور دینی علوم کی ترویج کے لئے شہر شہر، گاؤں گاؤں مکاتب اور اسلامی مدارس جاری کرنا۔

☆ تعلیمی اداروں میں تعلیم کے ساتھ تربیت اخلاق پر زور دینا۔

☆ حسب ضرورت ایسی عصری تعلیم گاہوں کا قیام جہاں ابتداء سے اسلامیات کا درس بھی ہو۔

☆ منبر ومحراب سے علماء وائمہ کرام دینی مسائل بیان کریں۔

☆ ہر میدان میں مسلم معاشرے کی اصلاح کی کوششیں کریں۔

☆ شریعت میں واضح منکرات سے مسلمانوں کو روکنے کے ساتھ رائج بدعات ورسومات سے باز رکھنے کی کوشش۔

☆ مدارس، مساجد، مجالس اور خانقاہوں کے ذریعے بھی اصلاح فکر وعمل کی جدوجہد۔

☆ ایسے طریقوں یا منصوبوں سے احتراز جن سے عام مسلمانوں میں ناگواری یا بیزاری پیدا ہو۔

Scanned with CamScanner

یوپی میں کورونا سے اساتذہ کی موت

برکھادت

اترپردیش میں پنچایت انتخابات کے دوران ہزاروں سرکاری اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں چونکہ کورونا وائرس سے دیگر ریاستوں کی بہ نسبت اترپردیش مہاراشٹرا، دہلی، تاملناڈو، پنجاب، کرناٹک کی طرح یوپی بہت زیادہ متاثر ہوئی ۔ایسے میں پنچایت انتخابات میں خدمات انجام دینے والے کم از کم 707 اساتذہ اپنی زندگیوں سے محروم ہوگئے ۔ان میں 15 سالہ طالبہ واسوی شکلا کے والد بھی شامل ہیں۔

اترپردیش کی رہنے والی واسوی نے مجھ سے بات کرتے ہوئے بڑے ہی سنجیدہ اور رنجیدہ لہجہ میں کہا کہ آپ نے بھی اپنے والد کو کورونا کی اس وباء میں کھویا ہے اور آپ میرا احساس اچھی طرح سمجھ سکتی ہیں ۔اپنے والد کے کورونا وائرس سے متاثر ہوکر انتقال کر جانے کے بعد میں ایسے محسوس کررہی ہوں جیسے مجھے کوئی تحفظ حاصل نہیں ،کوئی سیکوریٹ نہیں ،کوئی مجھ پر نظر رکھنے والا نہیں نگرانی کرنے والا نہیں ، واسوی مجھ سے بات بھی کررہی تھی اور اپنی غمزدہ ماں سویتا کو بار بار دلاسہ بھی دیئے جارہی تھی۔

سویتا کے شوہر اور واسوی کے والد ابھیشیک ایک اسکول ٹیچر تھے اور 21 اپریل کو ان کی کووڈ ۔19 سے موت ہوگئی ۔اگر چہ سرکاری سطح پر کووڈ 19 سے مرنے والے اساتذہ کی تعداد 707 بتائی جارہی ہے) لیکن ٹیچرس یونین کے مطابق ریاست میں تاحال 1000 اساتذہ فوت ہوئے ہیں (۔ واسوی کا کہنا تھا کہ حکومت نے قابل مذمت انتہائی برا اور مجرمانہ فیصلہ کرتے ہوئے اساتذہ کو الیکشن ڈیوٹی انجام دینے پر مجبور کیا اور یہ ایک ایسے وقت کیا گیا جبکہ کورونا وباء نقطہ عروج پر پہنچ چکی تھی ۔

واسوی کا سوال تھا کہ آیا انتخابات آن لائن منعقد نہیں کئے جاسکتے تھے یا پھر منعقد ہی نہیں کئے جاتے ؟ یا یہ ان کی گندی سیاست نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہیکہ ان کی نظروں میں انسانی اقدار کی کوئی قدر و منزلت نہیں؟ حقیقت یہ ہیکہ ان لوگوں میں کوئی انسانیت ہی نہیں ہے ۔چاہے وہ مشرقی ریاست مغربی بنگال ہو یا اترپردیش کے پنچایت انتخابات ہمارے سیاستدانوں نے کووڈ ۔19 اصولوں کی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ مغربی بنگال میں تو وزیر اعظم نریندر مودی نے اپریل کے تیسرے ہفتہ میں اپنی انتخابی مہم کو معطل کیا اور وہ بھی انہیں بار بار اس بات کا احساس دلانے پر کہ کورونا کی وباء نقطہ عروج پر پہنچ چکی ہے ۔اترپردیش میں بھی کورونا کی شدت کو نظرانداز کرکے مقامی اداروں کے انتخابات کا انعقاد عمل میں لایا گیا ۔ان حالات میں بھی ہم نے شہری ہونے کے ناطے حکومت ہند پر زور نہیں دیا کہ آپ لوگوں کی زندگیاں خطرہ میں ہیں ،اس طرح ان انتخابات کے ذریعہ بھی حکومت نے عوام کی زندگیاں خطرہ میں ڈالدیں اس کے باوجود عوام خاموش رہی۔

یوپی کے قاتلانہ اسکینڈل پر بعض لوگ اور میڈیا نے خاموش تماشائی کا کردار ادا کیا ۔نتیجہ یہ نکلا کہ ہزاروں کی تعداد میں شہری موت کا شکار ہوئے ایک طرح سے مرکزی و ریاستی حکومتوں نے عوام کو مرنے کے لئے چھوڑ دیا ہے ۔تاہم یوگی آدتیہ ناتھ حکومت نے یہ دلیل پیش کی کہ وہ ریاست میں پنچایت انتخابات منعقد کروانے کے حق میں نہیں تھی لیکن عدالتوں نے اسے کو مقامی اداروں کے انتخابات منعقد کرانے پر مجبور کیا۔

یوگی اور مودی کچھ بھی کہہ لیں اپنے عزیزوں کی اچانک اموات سے خاندان اجڑ گئے اور جتنے لوگ بھی فوت ہوئے اس کی وجہ اسپتالوں میں بیڈس، آکسیجن اور علاج (ادویات) کی عدم دستیابی تھی ۔ لوگ اپنے پیاروں کو لئے دردر کی ٹھوکریں کھارہے تھے ،آکسیجن کے لئے تڑپ رہے تھے ،ان بے بس مجبور و لاچار لوگوں کو ریاستی حکومت نے پولیس مقدمات درج کرانے کی دھمکیاں تک دیں ۔فوجداری کارروائی کرنے کا انتباہ دیا اور یہاں تک کہا گیا کہ اگر کوئی ٹیچر مقامی اداروں کے انتخابات میں ڈیوٹی انجام دینے سے گریز کرتا ہے تو ان کے خلاف نہ صرف پولیس میں مقدمات درج کروائے جائیں گے بلکہ فوجداری مقدمات کا بھی انہیں سامنا کرنا پڑے گا۔ ملازمتوں سے بھی وہ محروم کردیئے جائیں گے ۔جن ٹیچروں کی زندگیوں کے چراغ گل ہوئے ہیں میں کلیانی نامی ٹیچر بھی شامل جو 8 ماہ کی حاملہ تھیں ۔کلیانی کے شوہر دیپک نے مجھے بتایا کہ بحیثیت ٹیچر وہ اپنی خدمات بڑی تندہی سے انجام دیا کرتی تھیں اور ٹیچر ہونا ہی ان کے لئے سب کچھ تھا۔

دیپک کا کہنا تھا کہ ان کی بیوی کو اس بات کا خوف تھا کہ اگر وہ انتخابی ڈیوٹی انجام دینے سے انکار کرتی ہیں تو وہ ملازمت سے محروم کردی جائیں گی اور ان حالات میں جبکہ خود دیپک بھی بیروزگار ہیں خاندان کو مالی طور پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑسکتا تھا جس کے وہ ہرگز متحمل نہیں ہوسکتے ۔میں نے جن ٹیچرس کے ارکان خاندان سے بات کی ان تمام نے یہی بتایا کہ انہیں الیکشن ڈیوٹی انجام نہ دینے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں دی گئیں۔

بعض اضلاع میں تو کئی خاندان ختم ہوگئے ۔ انکیتا اور ان کی بہن پریتی دونوں اپنے والدین سے محروم ہوگئے دراصل ان کے والدین للن اور مینا جو بحیثیت سرکاری ٹیچر خدمات انجام دے رہے تھے الیکشن ڈیوٹی انجام دینے کے دوران کورونا کی زد میں آئے اور فوت ہوگئے ۔انکیتا نے بتایا کہ ان کے والد آئی سی یو میں موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھے ۔اس وقت انہیں انتظامی عہدہ دار کی جانب سے ایک کال موصول ہوا جس میں امکانی فوجداری کارروائی کے انتباہ کے ساتھ تحریری وضاحت کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ انکیتا کی بہن پریتی بھی اسکول ٹیچر ہے ۔اسے بھی الیکشن ڈیوٹی پر مجبور کیا گیا ۔پریتی کا کہنا ہیکہ ان کے والدین کا قتل کیا گیا اور یہ قتل ریاست نے کیا ہے ۔عبرت کا مقام یہ ہیکہ ان خاندانوں نے اپنے پیاروں کی زندگیاں بچانے کے لئے اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی خرچ کردی اور خانگی اسپتالوں کی بھاری فیس ادا کرنے کے باوجود ان کے عزیزوں کی زندگیاں نہیں بچ پائیں نہ صرف انہیں مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا بلکہ علاج کے بھاری مصارف ادا کرنے پر مجبور بھی کیا گیا ، یہ ہے یوگی حکومت کی کارستانی ،جس پر عوام کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔

بہتان طرازی ایک وبائی مرض

مولانا طارق شفیق ندوی

کسی پر تہمت اور غلط الزام لگانے کو بہتان کہتے ہیں ،یعنی کسی شخص کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو اس نے نہ کہی ہو یا کسی کی جانب ایسا فعل منسوب کرنا جو اس نے نہ کیا ہو ۔ یہ انتہائی گھناؤنی حرکت اور منافقانہ روش ہے ،جس کا کسی ایسے مسلمان سے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو اور آخرت میں باز پرس کا ڈر ہو ۔الزام تراشی ، اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک سخت ناپسندیدہ اور سنگین گناہ ہے ، لیکن افسوس کی بات ہے کہ الزام تراشی کا مرض وبائی صورت اختیار کرگیا ہے ، یہ روگ ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے ، جہاں کسی سے اختلاف ہوا ۔خواہ یہ اختلاف نظریے کا ہو یا سیاسی ہو اس پر کوئی الزام تھوپ دیا جاتا ہے ، اس کی طرف کوئی غلط بات منسوب کردی جاتی ہے ، مخالف کو نیچا دکھانے ، اس کی ساکھ کو مجروح کرنے اور معاشرے میں اس کی قدر و منزلت کم کرنے کے لیے بہتان تراشی نے فیشن کی صورت اختیار کرلی ہے ۔ سیاست میں اور بالخصوص الیکشن کے زمانے میں بہتان سکہ رائج الوقت بن جاتا ہے ۔اپنے حریف اور مدمقابل کو ناکام بنانے کے لیے اسے سب سے زیادہ کامیاب حربہ سمجھا جاتا ہے ۔ بہتان تراشی تقریروں میں ہوتی ہے ، اخبار کے بیانات کے ذریعہ ہوتی ہے اور نجی محفلوں میں ہوتی ہے ۔ یہ گھناؤنا کام کھلے عام بھی ہوتا ہے اور انتہائی رازداری کے ساتھ بھی ہوتا ہے ۔ایک شخص انتہائی احتیاط اور رازداری کے ساتھ دوسرے کے کان میں کہہ دیتا ہے ۔ دوسرا رازداری کے ساتھ تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو اس طرح پورے معاشرے میں وہ بات پھیل جاتی ہے ۔جس شخص کے بارے میں جھوٹی بات کہی گئی ہے اس کے خلاف پوری فضا میں زہر گھل جاتا ہے اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ نہ اسے خبر ہوتی ہے اور نہ اسے صفائی کا موقع ملتا ہے ۔ معاشرے میں کسی برائی کے عام ہونے اور پھیل جانے سے اس کی سنگینی کم نہیں ہوجاتی ہے ، بلکہ اس کے بارے میں لوگوں کی فکرمندی بڑھ جاتی ہے اور اصلاح حال کے لئے دوڑ دھوپ شروع ہوجاتی ہے ۔لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بہتان اور الزام تراشی کے روگ کے بارے میں معاشرے میں کوئی پریشان اور کوئی بے چین نظر نہیں آتی ، بلکہ اسے ایک فیشن یا ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر انگیز کرلیا گیا ہے ۔ مرض سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ مریض اپنے کو تندرست سمجھنے لگے اور علاج کی فکر چھوڑ دے ۔ مسلم معاشرے کی آج یہی کیفیت ہوگئی ہے ۔قرآن پاک میں بہتان اور تہمت لگانے کی سخت مذمت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو اس کے وبال سے ڈرایا گیا ہے ۔ارشاد ربانی ہے : ”والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا“ (سورہ احزاب :۵۸) جو لوگ ایمان والوں اور ایمان والیوں کو بغیر اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو ، تہمت لگا کر ایذا پہنچاتے ہیں انھوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے اوپر لے لیا ہے“۔ افک کا واقعہ مشہور ہے ، منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ایک بے سر و پا الزام لگا کر مدینہ منورہ کی پاکیزہ فضا کو زہر آلود کردیا ، اس وقت لوگ تین حصوں میں بٹ گئے تھے ۔ پہلا گروہ الزام لگانے والے منافقین کا تھا ۔ چند اہل ایمان بھی اپنی سادگی میں منافقین کے جال میں پھنس گئے تھے ۔ دوسرے گروہ نے سنتے ہی کہہ دیا کہ محض جھوٹ اور بہتان ہے ، تیسرے گروہ نے خاموشی اختیار کرلی کہ جب تک تحقیق نہ ہوجائے زبان نہ کھولنی چاہئے ۔ اللہ تعالی نے ان کی خاموشی کو پسند نہیں فرمایا ، بلکہ سرزنش کی اور جس پیرایہ بیان میں اس گروہ کو خطاب کیا ، اس کے انداز اور تاثیر کو ترجمہ میں منتقل کرنا دشوار ہے ۔عربی کا ذوق رکھنے والے ہی اس کو جان سکتے ہیں ۔ارشاد ربانی ہے : ”لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنت بانفسھم خیر أو قالوا ھذا افک مبین“ (سورۃ نور :۱۲) ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس تہمت کی خبر سنی تھی تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے بارے میں یعنی مسلمان بھائی بہن کے بارے میں نیک گمان کرتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلا جھوٹ ہے ۔اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں : ”بانفسھم“ کے لفظ کا قرآن کریم نے یہ اشارہ کیا ہے جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بدنام و رسوا کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی کو رسوا کرتا ہے ، کیونکہ اسلام کے رشتے نے سب کو ایک بنادیا ہے ۔مزید وضاحت کرتے ہوئے مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں : ”ایک مسلمان جو دوسرے کسی بھی مسلمان پر عیب لگاتا ہے یا اس کو ایذاء و نقصان پہنچاتا ہے حقیقت کے اعتبار سے خود اپنے کو عیب دار کرتا ہے اور خود نقصان و تکلیف اٹھاتا ہے ، کیونکہ اس کا انجام پوری قوم کو رسوائی اور بدنامی ہوتی ہے ۔قرآن کی اس تعلیم کا اثر تھا کہ جب مسلمان ابھرے تو پوری قوم کے ساتھ ابھرے اور اس کے چھوڑنے کا نتیجہ آج آنکھوں سے دیکھا جارہا ہے کہ سب گرے اور ہر فرد گرا“ کسی مسلمان کے بارے میں جب تک کسی گناہ یا عیب کا علم کسی دلیل شرعی سے نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے ساتھ نیک گمان رکھنا اور بلا کسی دلیل کے عیب و گناہ کی بات اس کی طرف منسوب کرنے کو جھوٹ قرار دینا عین تقاضائے ایمان ہے ۔“ (معارف القرآن ، ج:٦) اسی آیت کی تفسیر میں مولانا ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں : ”اس سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان مرد و عورت کے ساتھ اچھا گمان رکھنا واجب ہے ، جب تک کسی دلیل شرعی سے اس کے خلاف ثابت نہ ہوجائے ۔اور جو بلا دلیل شرعی کے اس پر الزام لگاتا ہے اس کی بات کو رد کرنا اور جھوٹ قرار دینا واجب ہے ، کیونکہ وہ محض ایک غیبت ہے اور مسلمان کو بلا وجہ رسوا کرتا ہے“ ۔ بہتان ، جھوٹ اور ایذا رسائی دونوں کا مجموعہ ہے ۔جھوٹ بولنا اور کسی مسلمان کو بلا سبب ایذاء پہنچانا سخت گناہ کا کام اور حرام ہے تو جب دونوں جمع ہوجائیں تو ان کی قباحت اور سنگینی کا انداز و آسانی سے لگایا جاسکتا ہے ۔اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اس وبائی مرض سے نجات دے ۔

Scanned with CamScanner

افغانستان میں طالبان کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی

افغانستان میں امریکی فوجیوں کے انخلا کے بعد سے طالبان کی پیش قدمیوں میں لگاتار اضافہ ہورہا ہے، جبکہ افغان فوج طالبان کے خلاف اپنی قوت کو مجتمع کر کے اہم شہروں کو محفوظ بنانے کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے۔ افغان اور امریکی حکام کے مطابق فوج کی کوشش ہے کہ وہ سرحدی گزرگاہوں اور گنجان آباد شہروں کو محفوظ بنائیں تاکہ جانی نقصان کم سے کم ہو۔ تاہم حکام کا کہنا ہے کہ مختلف صوبائی دارالحکومتوں کی حفاظت پر تعینات فوج کو عددی قلت کا سامنا ہے۔ امریکی صدر جو بائیڈن ستمبر تک افغانستان سے تمام امریکی افواج کے انخلا کا اعلان کر چکے ہیں۔ اپنے ایک بیان میں امریکہ کے جوائنٹ چیفس آف اسٹاف جنرل مارک ملی نے کہا تھا کہ افغان فورسز ضلعی مراکز چھوڑ کر بڑے شہروں کو محفوظ بنانے کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔ (ڈوئچے ویلے)

مغربی ایران میں فسادات میں ایک شخص ہلاک

ایران کے سرکاری ٹی وی چینل کے مطابق مغربی ایران میں جمعرات کی رات ہونے والے فسادات میں ایک شخص ہلاک ہوگیا ہے۔ سرکاری ٹی وی چینل کے مطابق یہ مظاہرے خشک سالی سے متاثرہ صوبے خوزیستان کے ساتھ اظہار یکجہتی کے نعرے کے ساتھ شروع ہوئے تھے۔ ایرانی ٹی وی چینل کے مطابق علی گدراز قصبے میں ہونے والے ان فسادات کے دوران گھنٹوں تک لوگ سڑکوں پر موجود رہے، جب کہ اس دوران دیگر دو افراد گولیاں لگنے سے زخمی ہوئے۔ (dw.com)

ترکی اب ایک علاقائی طاقت بن چکا ہے: روس

روسی ماہرین نے کہا ہے کہ ترکی نے حالیہ پانچ برسوں میں خطے میں اپنی حیثیت کو مزید پختہ کرلیا ہے اور اس کے ہمسایہ ممالک پر اثر رسوخ میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ ترک میڈیا کے مطابق روسی ماہرین نے کہا ہے کہ ترکی نے عالمی میدان میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے اور اب یہ ایک علاقائی طاقت کی ماہیت اختیار کر چکا ہے۔ روسی دفتر خارجہ کی ڈپلومیسی اکیڈمی سے منسلک انسٹیٹیوٹ برائے روز مرہ کے عالمی مسائل میں "روس اور ترکی: کل، آج اور کل" کے موضوع پر گول میز کانفرس منعقد ہوئی۔ جس میں انسٹی ٹیوٹ برائے روزمرہ کے عالمی مسائل کے منیجر اولیگ کارپووچ نے روس اور ترکی کے باہمی تعلقات کی اہمیت کا اشارہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ترکی حالیہ ایام میں عالمی میدان میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اس بنا پر روس اور ترکی کے مابین تعاون نے عالمی تعلقات کے تناظر میں ایک اہم ایجنڈے کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ روزمرہ کے عالمی مسائل انسٹی ٹیوٹ یوریشیا ریسرچ سنٹر کے صدر علی مصطفیٰ بے لی نے صدر رجب طیب اردوان کا عزت و احترام کرنے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر اردوان ایک طاقتور لیڈر ہیں جو کہ خود مختار طریقے سے کارروائیاں کرنے کی جستجو میں ہیں۔ (یواین آئی)

ماں کا دودھ بچوں میں بلڈ پریشر کی سطح کم رکھتا ہے

ماں کا دودھ پی کر پرورش پانے والے بچوں کا بلڈ پریشر دیگر کے مقابلے میں کم ہوتا ہے۔ یہ بات ایک نئی طبی تحقیق میں سامنے آئی ہے۔ طبی جریدے جرنل آف دی امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن میں شائع تحقیق میں دو ہزار چار سو بچوں کے ڈیٹا کو استعمال کیا گیا تھا جو ان کی صحت کے حوالے سے ہونے والی ایک طویل المعیاد تحقیق کے لیے اکٹھا کیا گیا تھا۔ (یواین آئی)

طالبان کی شرط امن معاهدے کے لیے افغان صدر کا عہدہ چھوڑنا ضروری

افغانستان میں قیام امن کے لئے طالبان نے کہا کہ جب تک نئی حکومت قائم نہ ہو اور موجودہ صدر اشرف غنی کا عہد ختم نہ ہو جائے اس وقت تک امن قائم نہیں ہوسکتا۔ طالبان نے کہا کہ وہ اقتدار پر اجارہ داری نہیں رکھنا چاہتے لیکن وہ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ جب تک کابل میں نئی حکومت قائم نہ ہو اور صدر اشرف غنی کا عہد ختم نہ ہو تب تک افغانستان میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ (یواین آئی)

سعودی تیل کمپنی آرامکو پر سائبر حملہ، ہیکرز کا 5 کروڑ ڈالر کا مطالبہ

دنیا کی سب سے بڑی تیل نکالنے والی سعودی کمپنی آرامکو نے تصدیق کی ہے کہ کمپنی کا ڈیٹا ان کے ایک ٹھیکیدار سے لیک ہوگیا ہے۔ برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی کی رپورٹ میں اطلاعات کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ چوری کیے گئے ڈیٹا کے عوض اب کمپنی سے 5 کروڑ ڈالر تاوان طلب کیا گیا ہے۔ سائبر سیکیورٹی میں سرمایہ کاری نہ کرنے پر تیل اور گیس کی عالمی صنعت پر طویل عرصے سے تنقید کی جارہی ہے۔ (یواین آئی)

ہماری حکومت میں خواتین حجاب کیساتھ کام اور تعلیم حاصل کرسکیں گی: طالبان

افغان طالبان کا کہنا ہے کہ ہماری حکومت میں خواتین کو حجاب کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے اور کام پر جانے کی اجازت ہوگی اور وہ سیاست میں بھی حصہ لے سکیں گی۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کو انٹرویو دیتے ہوئے افغان طالبان کے ترجمان سہیل شاہین کو کہنا تھا کہ ہم اقتدار پر اپنی اجارہ داری قائم نہیں کرنا چاہتے لیکن افغانستان میں نئی حکومت کے قیام تک امن قائم نہیں ہوسکتا اور اس کے لیے افغان صدر اشرف غنی کو جانا ہوگا۔ ایک سوال کے جواب میں ترجمان افغان طالبان نے کہا کہ ہماری نئی حکومت میں خواتین کو نہ صرف تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہوگی بلکہ انہیں کام پر جانے کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی حصہ لینے کی اجازت ہوگی تاہم اس کے لیے انہیں حجاب لازمی پہننا ہوگا۔ (نیوز ایکسپریس)

متحدہ عرب امارات کے لئے ابھی بند رہیں گی پروازیں

متحدہ عرب امارات (یو اے ای) کی حکومت نے ہندوستان، بنگلہ دیش، پاکستان اور سری لنکا سے دبئی جانے والی پروازوں کی معطلی میں ۲۸ جولائی تک توسیع کردی ہے۔ متحدہ عرب امارات کی ایئرلائن نے جمعہ کے روز جاری ہونے والی ایک ایڈوائزری میں کہا ہے کہ گزشتہ ۱۴ دنوں کے دوران ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور سری لنکا کا سفر کرنے والے مسافروں کو متحدہ عرب امارات واپس لوٹنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ متحدہ عرب امارات کے شہری، گولڈن ویزا رکھنے والے مسافرین اور سفارتی مشن کے اراکین کو اس کووڈ پروٹوکول سے چھوٹ حاصل ہے۔ (یواین آئی)

مانو میں داخلہ کے نئے شیڈیول کا اعلان

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد نے ریگولر کورسز میں داخلوں کے نئے شیڈیول کا اعلان کیا ہے اور آن لائن درخواست اور انٹرنس کی تاریخ میں توسیع اور تبدیلی کی ہے۔ اردو میڈیم میں بی ایڈ، ایم بی اے، بی ٹیک اور پالی ٹیکنیک جیسے پیشہ ورانہ کورسز کے علاوہ مختلف مضامین میں پی ایچ ڈی میں انٹرنس کی بنیاد پر داخلے کے کورس میں فارم داخل کرنے کی توسیع شدہ آخری تاریخ 9 اگست 2021 ہے۔ شیڈول کے مطابق داخلہ امتحان (انٹرنس) کی بنیاد کے کورسز میں 10 تا 12 اگست فارم کو ایڈیٹ کرنے کی سہولت رہے گی۔ 18 اگست کو ایڈمٹ کارڈ جاری کیا جائے گا۔ میرٹ کی بنیاد کے کورسز کی توسیع شدہ آخری تاریخ 30 ستمبر ہے۔ یکم اور 2 اکتوبر کو فارم ایڈیٹ کرنے کی سہولت رہے گی۔ جبکہ جز وقتی ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ کورسز کے لیے فارم داخل کرنے کی نئے شیڈول کے مطابق آخری تاریخ 10 نومبر مقرر ہے۔ انٹرنس ٹسٹ کے انعقاد کی نئی تاریخیں 23، 24 اور 25 اگست ہوں گی جبکہ نتائج کا اعلان 3 سے 7 ستمبر تک کیا جائے گا۔ انٹرنس کی بنیاد پر داخلے کے کورسز میں پی ایچ ڈی اردو، انگریزی، ہندی، فارسی، مطالعات ترجمہ؛ مطالعات نسواں، نظم و نسق عامہ، سیاسیات، سوشل ورک، اسلامک اسٹڈیز، تاریخ، معاشیات، سوشیالوجی، تعلیم؛ صحافت و ترسیل عامہ؛ مینجمنٹ، کامرس؛ ریاضی، طبیعات، کیمیا، نباتیات، حیوانیات اور کمپیوٹر سائنس شامل ہیں۔ درخواست گزاروں کے لیے لازمی ہے کہ وہ کم از کم دسویں / بارہویں / گریجویشن میں اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کر چکے ہوں یا بحیثیت زبان / مضمون اردو کامیاب ہوں یا یونیورسٹی کے منظور کردہ مماثل مدرسہ کورس کامیاب ہوں۔ (نیوز 18)

اعلان داخلہ

امارت شرعیہ کے درج ذیل اداروں میں داخلہ کے لئے حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کریں۔

دربھنگہ

امارت مجیبیہ ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ (ITI) مہدولی دربھنگہ

(۱) الیکٹریشین (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹس مین سول (۴) سروئیر (SURVEYOR)

رابطہ نمبر

9471929848,7091852460,06272220017

پورنیہ

امارت ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ مظفر نگر، گلاب باغ پورنیہ

(۱) انسٹو منٹ میکانک (۲) الیکٹریشین (۳) الیکٹرونک میکانک (۴) فیٹر

رابطہ نمبر: 9471629577,8340554732

راورکیلا اڈیشہ

امارت عمر ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر بسرا راورکیلا

(۱) الیکٹریشین (۲) فیٹر (۳) ویلڈر

رابطہ نمبر 9337644048,9938790818
7504534974

پٹنہ

امارت انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ الیکٹرانکس

امارت شرعیہ کیمپس پھلواری شریف پٹنہ

(۱) **بی سی اے** (BCA) (۲) **بی بی اے** (BBA) (۳) **بی ایل آئی ایس** (BLIS) (۴) **بی جے ایم سی** (BJMC) (۵) **ڈی او ایل** (DOL)

رابطہ نمبر

9431838323,9304109387,7003160520

پٹنہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ (پارامیڈیکل)

امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

پیتھالوجی، ڈپلوما کورس (DMLT)

رابطہ نمبر

8873771070,7250222587,9334338123

پٹنہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ (ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

(۱) الکٹرونکس (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹس مین سول (۴) پلمبر (ایک سال)

رابطہ نمبر: 8298678082/8825126782
9304924575/7979724968

پٹنہ

ڈاکٹر عثمان غنی امارت گرلس کمپیوٹر انسٹی چیوٹ

ہارون نگر سیکٹر ۲، نزد پھلواری شریف ریلوے اسٹیشن، پٹنہ

(صرف لڑکیوں کے لئے)

(۱) **بی سی اے** (BCA) (۲) **بی بی اے** (BBA) (۳) **بی ایل آئی ایس** (BLIS) (۴) **بی جے ایم سی** (BJMC) (۵) **ڈی او ایل** (DOL)

رابطہ نمبر: 9386133611,7563028644,
8210878017

سہیل احمد ندوی

سکریٹری جنرل

امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

مدارس کے اساتذہ فرصت کے لمحات کو علمی کاموں میں لگائیں: نائب امیر شریعت

وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ کی میٹنگ میں مدارس کے سلسلہ میں اہم تجاویز منظور

وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ کی ایک اہم میٹنگ مورخہ 10 جولائی 2021 روز سنیچر امارت شرعیہ میں حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ میں قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی، وفاق المدارس کے نائب صدر مولانا قاری شبیر احمد صاحب ناظم مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھرواره، مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ و ناظم وفاق المدارس الاسلامیہ، مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی صدر مفتی امارت شرعیہ وخزانچی وفاق المدارس الاسلامیہ، مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ ومعاون ناظم وفاق المدارس الاسلامیہ، مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ، مولانا محمد سعید کریمی صاحب رفیق وفاق المدارس الاسلامیہ شریک ہوسکے، لاک ڈاؤن کی وجہ سے امارت شرعیہ میں موجود اراکین ہی میٹنگ میں شریک ہوئے، سرکاری ضابطہ کی مجبوری کی وجہ سے دیگر ارکان کو زحمت نہیں دی گئی۔ میٹنگ میں اتفاق رائے سے یہ بات طے ہوئی کہ تربیتی اجتماع بین المدارس مورخہ 11,12,13 اکتوبر 2021 مطابق 4,5,6 ربیع الاول 1443 ہجری کو مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھرواره دربھنگہ میں منعقد ہوگا۔ اجتماع کے آخری دن نئے میقات کے لیے ذمہ داران کا انتخاب بھی عمل میں آئے گا۔ میٹنگ میں وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ سے ملحق مدارس کو کھولنے کے سلسلہ میں یہ بات آئی کہ گرچہ سرکار نے تعلیمی اداروں کو پچاس فیصد طلبہ کے ساتھ آف لائن تعلیم شروع کرنے کی اجازت دی ہے، مگر ہاسٹل کے نظام کو شروع کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے جب تک حکومت کی جانب سے مدارس اسلامیہ اور ہاسٹلوں کے کھولے جانے کا باضابطہ اعلان نہ کردیا جائے، اس وقت تک مدارس نہ کھولے جائیں اور تعلیمی کارروائی کا آغاز نہ کیا جائے، اس سلسلہ میں مکمل احتیاط برتی جائے، تاکہ مدارس کو بدنام کرنے اور ان کے خلاف کسی طرح کی کارروائی کا موقع حکومت کو نہ مل سکے۔ جب حکومت کی جانب سے مدارس کھلنے کا اعلان کردیا جائے تو مدارس کھولے جائیں، اور ان شرائط اور احتیاطی تدابیر کا مکمل لحاظ کیا جائے؛ جو حکومت کی جانب سے ضروری قرار دیے گئے ہوں، درس گاہوں، رہائشی حجروں اور دفاتر میں سماجی فاصلے کی رعایت کی جائے، اور جس طرح کی ہدایات ہوں، ان کے مطابق مدرسوں میں نظم کیا جائے۔ جن مدارس اور وہاں کے طلبہ کے پاس ایسی سہولت ہو کہ ان کے لئے آن لائن تعلیم ممکن ہو، وہاں درجۂ حفظ اور عربی درجات کے لیے اس کا نظم کرنا مناسب ہوگا۔ ایسے اساتذہ جو علمی کام کر سکتے ہوں وہ فرصت کے لمحات کو علمی کاموں میں لگائیں۔ اپنے اوقات کو علاقہ کے اکابر علماء ومشائخ کی سوانح کی ترتیب اور مدارس کی ڈائرکٹری تیار کرنے کے کام میں بھی لگا سکتے ہیں۔ آمد ورفت کی سہولت پیدا ہوجانے کی وجہ سے سرکاری ضابطوں کی پابندی کے ساتھ اہل خیر سے رابطہ کا سفر بھی کیا جاسکتا ہے تاکہ مدارس کی مالیات کو مستحکم کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں علاقہ کے لوگوں کے ساتھ میٹنگ بھی مفید ہے۔ تعلیمی سلسلہ بحال ہونے کے بعد بھی طلبہ کا دینی تعلیم کے حصول کے لیے بیرون ریاست کا سفر آسان نہیں ہوگا، اس لیے مدارس کے ذمہ داران، گارجین حضرات سے رابطہ کے بعد اس امر کو یقینی بنائیں کہ وہ اپنی آگے کی تعلیم کے لیے بہار کے ہی اعلیٰ معیار کے مدارس کا انتخاب کریں۔ لاک ڈاؤن کی وجہ سے اس سال زیادہ تر مدارس میں سالانہ امتحان کا انعقاد نہیں ہوسکا، جن مدارس نے امتحان لے کر مدرسہ بند کیا ہے، وہ امتحان کے نمبرات داخل دفتر کریں، اور ترقیٔ درجات کا جو اصول بنایا ہے اس سے دفتر وفاق کو مطلع کریں۔ بہار سے باہر کے بڑے مدارس نے امسال جدید داخلہ بند کردیا ہے؛ اس لئے بہار کے مدارس تعلیمی ادارے کھولنے کی اجازت کے بعد آخری درجہ کے طلبہ کے لیے اپنے مدرسہ میں تعلیم کا انتظام کردیں، تاکہ ان طلبہ کا سال نہ برباد ہو۔ حضرات اساتذہ کرام اور کارکنان کی تنخواہ کی ادائیگی پر بھی توجہ مرکوز کی جائے۔ مدارس کھلنے کے بعد جن طلبہ کو سردی، کھانسی، بخار وغیرہ ہوجائے ان کا جلد از جلد علاج کرایا جائے، نیز ان کے سرپرست اور والدین کو خبر دے کر گھر بھیج دیا جائے۔ دارالاقامہ میں ضابطہ کے مطابق فاصلہ کے ساتھ سونے بیٹھنے کا خیال رکھا جائے۔ قادر مطلق اللہ رب العزت ہے، کائنات کا نظام اسی کے ہاتھ ہے، اس لیے آہ سحرگاہی اور دعاء نیم شبی کا خاص اہتمام کیا جائے، یومیہ اجتماعی اور انفرادی دعاؤں کو معمول کا حصہ بنالیا جائے، اللہ تعالیٰ کورونا جیسی مہلک بیماری سے پوری انسانیت کی حفاظت فرمائے اور عبادت گاہوں اور تعلیمی اداروں کو کھولنے کی راہ پیدا فرمائے۔ آخر میں حضرت نائب امیر شریعت کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

ماب لنچنگ کے مقتول محمد اسماعیل کے اہل خانہ کو امارت شرعیہ نے دیا پچاس ہزار کا چیک

امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی مدظلہ کی ہدایت پر امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے ارریہ کے جوکی ہاٹ بلاک میں واقع چکئی گاؤں میں ماب لنچنگ کے شکار ہوئے محمد اسماعیل کے اہل خانہ سے ملاقات اور حالات کے جائزہ کے لئے ایک وفد کو متعین کیا تھا، وفد نے حالات کا جائزہ لے کر اپنی رپورٹ مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو موصول کرایا، رپورٹ کے مدنظر نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی مدظلہ نے مقتول اسماعیل کے بے سہارا بچوں اور دیگر اہل خانہ کے لئے پچاس ہزار کے مالی مدد کی منظوری عنایت فرمائی، چنانچہ آج مورخہ ۱۰/جولائی ۲۰۲۱ء کو امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب ضلع ارریہ کے ۹/رکنی وفد کے ساتھ چیک لیکر چکئی پہونچے، اس موقع پر مقامی ذمہ داروں کے علاوہ مقتول کے متعلقین اور رشتہ دار بھی موجود تھے، نائب ناظم صاحب نے حالات سے متعلق مزید ضروری جانکاری حاصل کی، مقتول کے اہل خانہ میں دو بیوی، تین بچے، بوڑھے والد اور دو چھوٹے بھائی بہن ہیں، جن کی کفالت کی اہم ذمہ داری مقتول ہی کے سر تھی، نائب ناظم صاحب نے پچاس ہزار (50,000) کا چیک اہل خانہ کے حوالہ کیا، امارت شرعیہ کی اس مدد سے ان بے سہاروں کو بے حد خوشی ہوئی، اور مقامی علماء، ذمہ داران اور اسماعیل کے اہل خانہ نے غیر معمولی الفاظ میں امارت شرعیہ کے ذمہ داروں کا شکریہ ادا کیا، اس موقع پر محترم نائب ناظم صاحب نے امارت شرعیہ اور مختلف میدانوں میں اس کی خدمات خاص طور پر تحفظ مسلمین اور خدمت خلق کے سلسلہ میں اس کی نمایاں کارکردگی کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ امارت شرعیہ دکھ کی ایسی گھڑی میں ہمیشہ مصیبت زدگان کی راحت رسانی کی خدمت انجام دیتی ہے، انہوں نے مقتول کے اہل خانہ کو صبر کی تلقین کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے، نماز کی پابندی کرنے اور محبت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتے ہوئے حکومت بہار سے مطالبہ کیا کہ اس طرح کی ماب لنچنگ حکومت کی پیشانی پر بدنما داغ ہے، جس کو روکنا حکومت کی پہلی ذمہ داری ہے، انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت جلد ایسے حالات پر قابو پائے، مقتول اسماعیل کے قتل میں شریک مجرمین کو جلد از جلد سزا دلائے اور ان کے ورثاء کو معقول معاوضہ دے۔ واضح رہے کہ امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ نے اپنے دور امارت میں ماب لنچنگ کا شکار ہونے والے افراد کے اہل خانہ کو اسی طرح کی مالی مدد دینے کا فیصلہ فرمایا تھا، بحمد للہ اس وقت امارت شرعیہ کا نظام محترم نائب امیر شریعت کی سربراہی میں پوری طرح سرگرم عمل ہے، آج کے اس وفد میں دارالقضاء ارریہ کے قاضی شریعت مفتی محمد عتیق اللہ رحمانی، رکن شوریٰ وٹرسٹی الحاج اکرام الحق صاحب، دارالعلوم ارریہ بیرگاچھی کے ناظم مولانا شاہد مظاہری صاحب، چشمۂ رحمت ارریہ کے مدیر مفتی حسین احمد ہمدم صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب، صحافیوں میں عبدالغنی لبیب، جناب قاری جسیم الدین، معراج خالد، معراج خان وغیرہ شریک تھے۔

وزیر تعلیم سے اردو کارواں کے نمائندہ وفد کی ملاقات

اردو کارواں کے ایک نمائندہ وفد نے ۱۱/جولائی ۲۰۲۱ء کو سکریٹریٹ میں وزیر تعلیم وجے کمار چودھری سے ان کے چیمبر میں ملاقات کی اور انہیں اردو کے مسائل کے سلسلے میں ایک عرضداشت پیش کی، عرضداشت میں وزیر تعلیم سے اردو کی لازمیت ختم کرنے اور اسے اختیاری مضمون کے زمرے میں ڈالنے والے سرکلر نمبر 799 مورخہ 15 مئی 2020 کو واپس لینے، اردو کو لازمی مضمون کی حیثیت سے برقرار رکھنے، ہر اسکول میں ایک اردو ٹیچر کا لازمی طور پر تقرر کرنے اور اردو ٹی ای ٹی امیدواروں کو ہندی ٹی ای ٹی امیدواروں کی طرح ہی گریس مارکس دے کر ان کا رزلٹ جاری کرنے کا مطالبہ کیا، وفد نے امید ظاہر کی کہ وزیر تعلیم ان اہم مسائل پر توجہ دے کر انہیں حل کرنے کے لئے جلد ضروری اقدامات کریں گے۔ اردو کارواں کی طرف سے جاری پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ وزیر تعلیم نے عرضداشت پر سنجیدگی سے غور کیا اور وفد کو یقین دلایا کہ وہ ان تمام مسائل سے متعلق کاغذات، دستاویزات اور سرکاری نوٹیفکیشن اور سرکلر کو دیکھیں گے، انہوں نے یقین دلایا کہ اردو زبان، اردو اساتذہ اور اردو ٹی ای ٹی امیدواروں کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ وزیر تعلیم نے وفد کے اراکین کے ساتھ تقریباً ایک گھنٹے تک اردو سے متعلق مسائل پر تبادلہ خیال کیا، انہوں نے گفتگو کے دوران بار بار یہ بات کہی کہ وزیر اعلیٰ نتیش کمار کام پر یقین رکھتے ہیں، اردو اور اقلیتوں کے مسائل کے سلسلے میں سنجیدہ ہیں اور سماج کے ہر طبقے کو ساتھ لے کر ریاست کی ترقی کے لیے کام کر رہے ہیں، وزیر تعلیم نے دوران گفتگو حضرت امیر شریعت مولانا سید محمد ولی رحمانی کے انتقال پر گہرے صدمے کا اظہار کیا اور انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ باشعور ملی رہنما تھے، ان میں ملک وقوم کا سچا درد تھا، ہم سب مل کر ان کے خواب کو شرمندہ تعبیر کریں گے، وزیر تعلیم نے یقین دلایا کہ امیر شریعت نے وقتاً فوقتاً اردو کے جن مسائل کی طرف حکومت کی توجہ مبذول کرائی ہے ان تمام مسائل کو حکومت حل کرنے کی کوشش کرے گی، ان میں اردو مشاورتی کمیٹی، بہار اردو اکادمی اور گورنمنٹ اردو لائبریری کی مجلس عاملہ کی تشکیل نو کا معاملہ بھی شامل ہے، وفد میں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی، اردو کارواں کے نائب صدور مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مشتاق احمد نوری اور پروفیسر صفدر امام قادری، جنرل سکریٹری ڈاکٹر ریحان غنی اور سکریٹری ڈاکٹر انوار الہدیٰ شامل تھے۔

بخاری شریف کے درس کے ساتھ جامعہ رحمانی کے نئے تعلیمی سال کا آغاز

طلبہ رضاء الٰہی کے لیے علم میں تمیُّز حاصل کریں: حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

جامعہ رحمانی مونگیر میں بخاری شریف کے درس کے آغاز کے ساتھ آن لائن تعلیم کا افتتاح ہوگیا، جامعہ رحمانی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد اظہر صاحب مظاہری نے آن لائن بخاری شریف کا درس دیا، انہوں نے سب سے پہلے حدیث مسلسل بالاولیت بیان کی، اور اس کی سند بتائی، پھر بخاری شریف کی پہلی حدیث کا درس دیا، انہوں نے کہا کہ حدیث کا یہ مجموعہ بہت متبرک اور اہمیت کا حامل ہے، امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے تکرار کے بغیر ایک روایت کے مطابق دو ہزار چھ سو نو حدیثیں اس میں جمع کی ہیں، اور بڑا انوکھا اہتمام کیا ہے، حدیث لکھنے سے پہلے غسل کیا، دو رکعت نماز پڑھی، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ روزہ بھی رکھا، تراجم بخاری کو حطیم خانہ کعبہ میں لکھا، اور اس کا مسودہ مدینہ منورہ ریاض الجنۃ میں صاف کیا، مفتی اظہر صاحب نے کہا کہ بخاری کے ترجمۃ الباب کی اہمیت ہے، انہوں نے کہا کہ عقائد اور اصول میں اختلاف کی صورت میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے، بخاری شریف کی پہلی حدیث اور اس کے ترجمۃ الباب سے یہی چیز سمجھ میں آتی ہے۔ اس موقعہ پر سرپرست جامعہ رحمانی حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے کہا کہ لاک ڈاؤن کی صورت میں پچھلے سال جامعہ رحمانی میں بعض درجہ کی آن لائن تعلیم ہوئی، اس سال الحمد للہ تمام درجات کی آن لائن تعلیم کا آج سے آغاز کیا جارہا ہے، اور یہ آغاز حسب روایت بخاری شریف کے درس سے ہوا ہے، ان شاء اللہ حالات بہتر ہوتے ہی سب لوگ جامعہ رحمانی آکر تعلیم حاصل کریں گے، انہوں نے دورہ حدیث کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ سال آپ کے لیے بہت اہم ہے، حدیث میں مہارت حاصل کرنے اور پڑھ کر نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کیجئے، اور پہلے سے کتاب سمجھ کر درس میں آنے کی عادت ڈالئے، آپ میں اتنی صلاحیت ہو کہ مضمون کے منفی اور مثبت پہلو پر اساتذہ سے دریافت کرسکیں، اور اساتذہ آپ کے علم میں اپنے عمیق علم سے اضافہ کرسکیں، سرپرست جامعہ رحمانی نے کہا کہ ذہنیت کا درست ہونا نہایت ضروری ہے، یاد رکھئے، آپ کا ہر کام اللہ کے لیے ہونا چاہئے، اس کے بغیر سب بیکار ہے، آپ جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا، اے نبی آپ کہہ دیجئے، میری عبادت اور میرا مرنا جینا سب اللہ کے لیے ہے، اس لیے اگر ہمارا پڑھنا اور پڑھانا سب اگر اللہ کے لیے نہ ہوا، رضاء الٰہی کی تکمیل ہمارا مطمح نظر نہ ہوئی، تو پھر ہمارے آٹھ سال نو سال خرچ کرنے کا کوئی حاصل نہیں ہے۔ آن لائن تعلیم کا آغاز کتب خانہ رحمانیہ سے ہوا، اس موقعہ پر چند اساتذہ وکارکنان کرونا پروٹوکول کا خیال رکھتے ہوئے موجود تھے، باقی اساتذہ اپنے گھروں سے آن لائن اس مبارک مجلس سے جڑے ہوئے تھے، دورہ حدیث کے ۱۲۰/ طلبہ میں سے نوے کے طلبہ درس میں شریک تھے، اس مختصر پروقار تقریب کا اختتام حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کی دعاء پر ہوا۔

Scanned with CamScanner

گذشتہ سے پیوستہ

اردو زبان وادب کی ترویج میں سائبر کا حصہ

خان محمد آصف

عصر حاضر میں جدید ٹکنالوجی کے ذریعے اردو زبان وادب کی ترویج واشاعت 'بزم اردو لائبریری' کا اولین مقصد ہے۔ دن بہ دن سکڑتی ہوئی دنیا اور اطلاعاتی ٹکنالوجی کے اس دور میں اردو زبان و ادب کے وسیع ذخیرے کو انٹرنیٹ پر پیش کیا جانا ایک ناگزیر امر بن چکا ہے۔ جب کہ نئی نسل وقت کی قلت اور مصروفیت کی بنا پر کتابوں سے دور ہوتی جارہی ہے۔ اسی فکر نے اعجاز عبید کو برقی کتابیں جمع کرنے کی ترغیب دلائی، جس سے اردو قاری دنیا کے کسی بھی کونے سے بلا روک وٹوک ارود کے برقی مواد تک رسائی کرسکیں۔ اس دیوانگی نے انھیں کاپی رائٹ سے آزاد یونیکوڈ فارمیٹ میں کتابوں کو برقی شکل میں کرنا شروع کیا۔ جو آج ایک عظیم الشان آن لائن حوالہ جاتی لائبریری کی شکل میں موجود ہے۔ آج اسی محنت اور لگن کا نتیجہ ہے کہ اینڈ رائڈ ایپ کی معاونت سے اردو لٹریچر کے عظیم سرمائے کو آپ موبائل پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ کتابستان ڈاٹ کام نے اردو کی سائبر دنیا میں بڑے کم وقت میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ اس کی ای۔ بک لائبریری میں اردو کے اصناف ادب کی اب تک سو کتابیں اپ لوڈ کی جاچکی ہیں، جن میں ناول، افسانے، خطوط کے مجموعے، کلاسک ادب، شاعری، مزاح، ادب الاطفال، مقالے، تذکرہ و تحقیق، خود نوشت، سفرنامہ، شخصی خاکے، شکاریات، فلم آرٹ موسیقی اور رسائل وجرائد قابل ذکر ہیں۔ اس ویب سائٹ پر نایاب وکمیاب موضوعاتی کتابوں پر زیادہ توجہ دی جارہی ہے۔ جس کی دسترس طلبا وریسرچ اسکالرز اور عام قارئین کی پہنچ سے باہر ہے۔

کتابستان ڈاٹ کام کا مقصد اپنے قارئین کو معیاری کتابیں بہم پہونچانا ہے، تاکہ نئی نسل کا قاری سستے، بازاری اور گھٹیا قسم کے رومانی موضوعات سے گریز کرے اور اپنے مطالعے میں عمدہ اور بہترین ادب کو رکھے۔ اس ویب سائٹ کا بنیادی مقصد بھی خالص اردو ادب کے فروغ کے لیے کام کرنا ہے، اس ویب سائٹ کی سبھی کتابیں اسکینگ شدہ پی ڈی ایف فارمیٹ میں موجود ہیں، جن کا آسانی کے ساتھ پرنٹ لیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں کی کتابوں کو اقتباس یا حوالے کی صورت میں استعمال کرتے وقت کتابستان ڈاٹ کام کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

ہندو پاک میں طلبا اور ریسرچ اسکالرز کے لیے پی، ڈی، ایف فائل کی صورت میں اردو زبان وادب کے اہم موضوعات پر مشتمل کتابستان ڈاٹ کام کامیابی کی ہر لمحہ نئی تاریخ رقم کررہا ہے۔ کئی مہینوں کی مسلسل سعی کے بعد 17 اپریل 2016 کو گوشہ مشفق خواجہ کا اجرا عمل میں آیا ہے۔ جو اس ویب سائٹ کے لیے فال نیک ثابت ہوگا۔ اس گوشے میں خواجہ صاحب کے متعلق 25 سے زائد کتب و رسائل شامل ہیں۔ جو ان کی شخصیت اور فکر وفن سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ خواجہ صاحب کے خطوط اور کالمز کے مجموعے کا مطالعہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

'اردو لائف ڈاٹ کام' اردو کا پہلا ویب سائٹ ہے جس نے اردو کی ادبی تاریخ میں پہلی مرتبہ قلم دوست ڈاٹ کام کے اشتراک سے ورچوئل مشاعرے کا انعقاد کیا۔ جسے اردو ادب کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔ اس ویب سائٹ کی ادبی حلقوں میں مقبولیت کی وجہ یہ ہے کہ اردو ادب سے متعلق تقریبا تمام مشہور ومعروف شعراء کے کلام ان کی آواز میں موجود ہیں۔ محفل مشاعرہ کے عنوان سے مشاعرے کا ڈیٹا بیس ذخیرہ بھی ہے جس میں آپ اپنی پسندیدہ غزلیں اور نظمیں بہ آسانی سرچ کرسکتے ہیں۔ اردو لائف ویڈیو کے عنوان کے تحت مشہور ومقبول شعراء کے کلام، انٹرویوز، ادبی تقریبات اور ادبی شخصیات پر ڈاکومنٹری فلموں کا ایک سلسلہ بھی شروع کیا ہے جسے حال ہی میں یوٹیوب پر منتقل کیا گیا ہے۔ محفل موسیقی کے تحت اس ویب سائٹ پر آپ کو معیاری، نایاب اور کمیاب موسیقی کا ذخیرہ ملے گا۔ اس کی انفرادیت یہ ہے کہ اس طرح کی موسیقی انٹرنیٹ پر دستیاب نہیں ہے۔

'اردو لائف ڈاٹ کام' نے 2006 میں اردو پیڈ کے نام سے انٹرنیٹ پر سب سے پہلے یونی کوڈ میں لکھنے کی سہولت بلا معاوضہ شروع کی، جو اردو کی ترویج و اشاعت میں میل کا پتھر ثابت ہوا۔ اردو پیڈ کے استعمال کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ قارئین کے ادبی ذوق کی تکمیل کے لیے اردو لائف ڈاٹ کام نے آن لائن انٹرنیٹ ادبی شمارے کی شروعات 'ادبی افق' کے نام سے کی، جس پر ادب کی مختلف شعری ونثری اصناف کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ 'ارود پوائنٹ ڈاٹ کام' انٹرنیٹ کی دنیا میں اردو زبان وادب کی ترویج واشاعت میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ روز اول سے ہی بزرگ ادیبوں اور استاذ شعراء کے ساتھ نئی نسل کے لکھنے والوں کو بھی بلا تفریق شائع کیا، لیکن ادبی معیار سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ اردو کی اسی بے لوث خدمت اور مقبولیت کی وجہ سے دنیا بھر سے لاکھوں افراد اردو پوائنٹ کی سیاحت کرتے ہے۔ اور معیاری ادب سے اپنے ذوق کی تسکین کرتے ہیں۔ اردو کی نئی نسل کے لکھاریوں کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی شفیق استاذ کی طرح کرتا ہے۔ ان کی تخلیقات کو مناسب اور موزوں جگہ بھی فراہم کرتا ہے۔ اس ویب سائٹ پر مضامین، ادبی تحریریں، کتابیں، شاعری، ٹکنالوجی کے مضامین وخبریں، کالم، اخباری خبریں، مزاحیہ تحریریں اور پکوان سے متعلق تراکیب مطالعے کے لیے مل جائیں گی۔

اردو پوائنٹ ڈاٹ کام نے جہاں ادب کی دنیا میں اہمیت حاصل کی وہیں اردو صحافت میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا۔ اپنی خبروں، مضامین، کالمز اور اداریوں میں صداقت، سچائی کو فروغ دینے کا کام کیا۔ یہ کام اس نے بغیر کسی اندرونی وبیرونی دباؤ کے بڑی خوبصورتی اور ایمان داری سے انجام دیا۔ اردو پوائنٹ کی اسی حق گوئی اور دیانت داری نے قاری کے اندر یقین و اعتماد پیدا کیا اور آج 'روز نامہ اردو پوائنٹ' پاکستانی اور بین الاقوامی سائبر صحافت کی دنیا میں نمایاں مقام حاصل کرچکا ہے۔

عصر حاضر جدید ٹکنالوجی اور تیز رفتار ترقی کا عہد ہے۔ انٹرنیٹ کی ایجاد نے جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ تہذیبی، ثقافتی اور لسانی حدود کو بھی منہدم کردیا ہے۔ غیر ترقی یافتہ زبانیں نزع کی حالت میں دم توڑ رہی ہیں۔ ایسے میں اگر اردو زبان وادب اور اس کے رسم الخط کو نئی ٹکنالوجی سے ہم آہنگ نہیں کیا گیا، تو ترقی کے اس دور میں ہمارا ادب، ہماری زبان اور ہماری تہذیب جس پر ہمیں فخر ہے، سب سے پیچھے رہ جائیں گی، کیونکہ دور حاضر میں ترقی وتنزلی کا تمام تر دارومدار جدید ٹکنالوجی پر ہے۔ دراں حالانکہ انٹرنیٹ پر ہزاروں ویب سائٹس اور بلاگس موجود ہیں جو ارود کی ترویج واشاعت کا کام بڑی محنت اور دیانتداری سے کررہی ہیں۔ ان میں سے معیاری سائٹس کا انتخاب کرنا میرے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ کیونکہ انٹرنیٹ پر اردو میں ڈیجیٹل کتب خانے اور کئی اہم ادبی، تہذیبی، ثقافتی اور تعلیمی سائٹس موجود ہیں لیکن میرے نزدیک اردو کی ان سائٹوں پر موجود مواد کا معیاری اور مستند ہونا شرط تھا۔ میں نے انھیں سائٹوں کو اپنے مقالے میں جگہ دی ہے جس پر متن سند کے ساتھ موجود ہے۔ اور جو معیاری ادب کو پیش کرتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر اردو ادب کے حوالے سے اب تک جو کام ہوا ہے تشفی بخش تو ہے مگر کافی نہیں ہے۔ اس پر ابھی اور کام کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ اردو کا ادبی سرمایہ اپنے صحیح متن کے ساتھ قارئین تک پہنچے۔ اس ضمن میں کچھ ویب سائٹیں اچھا کام کررہی ہیں مثلا بہار اردو یوتھ فورم، کتابستان ڈاٹ کام اور ریختہ ڈاٹ او آر جی دنیا قابل ذکر ہیں، جن کی ستائش اور پذیرائی ہونی چاہیے۔

"آبادی کنٹرول پالیسی" یوپی کو مذہبی خطوط پر تقسیم کرنے کی سازش

اتر پردیش سمیت بی جے پی کی متعدد حکمرانی والی ریاستوں میں ان دنوں آبادی کنٹرول سے متعلق قوانین بنانے کی کوشش کی جارہی ہیں۔ بی جے پی کے کچھ ممبران پارلیمنٹ بھی پارلیمنٹ کے مانسون اجلاس میں اس سلسلے میں نجی بل لانے کی تیاری کررہے ہیں۔ بی جے پی اس معاملے کو جارحانہ انداز میں اٹھا رہی ہے۔ حالانکہ زیادہ تر اپوزیشن جماعتوں نے اس معاملے پر اب تک غیر جانبدارانہ موقف اختیار کر رکھا ہے۔ دراصل یہ مسئلہ بی جے پی کے اگلے ایجنڈے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ آرٹیکل ۳۷۰ اور رام مندر کے مسئلے ختم ہونے کے بعد یہ ایسا معاملہ ہے جس پر برسوں سے بحث کی جارہی ہے۔ حالانکہ آبادی پر قابو پانے سے متعلق معاملہ بے حد حساس ہے اور بی جے پی کو اس پر آگے کئی طرح کی پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کورونا کے وبائی عہد میں مرکز کی مودی حکومت کے ساتھ ساتھ اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ اور ان کی سرکاری مشینری کی ناکامی، کسانوں کے بنیادی مسائل سے عدم توجہی، روز بہ روز افزودہ مہنگائی اور عام آدمی کے روزمرہ کے مسائل سے عوام کا دھیان ہٹانے کے لیے بی جے پی نے ایک بار پھر ریاست میں اقتدار حاصل کرنے کے لیے آبادی کنٹرول پالیسی کا شوشہ چھوڑ کر نفرت آمیز انتخابی لائحہ عمل کے ساتھ تقسیم کی سیاست شروع کرنے کے اشارے دے دیئے ہیں۔ ویسے بھی بی جے پی کے پاس انتخابی مہم کے لیے کوئی ایسی اہم حصولیابی نہیں ہے جس کا ذکر کیا جاسکے۔ اس لیے ریاست کو مزید نفرت آمیز سیاست کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ اب رام مندر کی سیاست بھی دم توڑ چکی ہے۔ اس لیے یوگی مہاراج پریشان ہیں کہ اتر پردیش میں انتخابی سرگرمیاں شروع کرنے کے لیے کس لائحہ عمل پر کام کیا جائے۔ بہتر ہوگا کہ وزیر اعلیٰ انتخابی مہم کے دوران سرکار کی حصولیابیوں پر بات کریں تاکہ ان کی کارکردگی عوام کے سامنے آسکے، حکومت کو سمجھنا ہوگا کہ ہندوستان میں قانون سازی کے ذریعہ آبادی پر قابو پانا ممکن نہیں ہے کیونکہ جب تک عوام میں بیداری پیدا نہیں کی جائے گی آبادی پر قابو پانا ممکن نہیں ہوگا۔ بالکل اسی طرح جس طرح جبری نس بندی کے ذریعہ آبادی کو قابو نہیں کیا جاسکتا۔ نس بندی مہم کے تحت نہ جانے کتنے لوگوں کی جبری نس بندی کی گئی مگر کیا ہندوستان میں آبادی پر قابو پایا جاسکا؟ یہی حال مجوزہ "نئی آبادی پالیسی" کا بھی ہوگا۔ قانون سازی سے زیادہ خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلے میں عوامی بیداری موثر ثابت ہوگی۔ بہتر ہوگا کہ اگر حکومت کے ذریعہ خاندانی منصوبہ بندی کے لیے گاؤں در گاؤں جاکر بیداری مہم چلائی جائے، کیونکہ شہروں سے زیادہ آبادی کا تناسب دیہی علاقوں میں ہے۔ ماہرین کے مطابق بظاہر یہ بات کہی جارہی ہے کہ یہ قانون سب کے لیے ہوگا تاہم اس کا مرکزی ہدف مسلمان ہیں اور اگر اسے نافذ کیا گیا تو سب سے زیادہ غریب طبقے کے لوگ متاثر ہوں گے۔ اگر اتر پردیش میں آبادی پر قابو پانے سے متعلق نیا قانون متعارف کرایا جاتا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیوں کہ عوام کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ انتخابات کے پیش نظر ایک خاص طبقہ کو خوش کرنے کے لیے ایسا کیا جارہا ہے۔ یوپی لاء کمیشن کے ذریعہ تیار کیے گئے مسودے پر جب تنازعہ شروع ہوا تب یوگی حکومت نے کہا کہ وہ اس کے تحت ریاست میں مختلف برادریوں کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی بھی کوشش کرے گی اور جس برادری میں شرح پیدائش زیادہ ہے وہاں بیداری مہم شدت سے چلائی جائے گی۔ بعض مبصرین کے مطابق اس توازن کا اشارہ مسلم برادری کی جانب ہے، جس کے بارے میں اکثر بی جے پی رہنما الزام تراشی کرتے رہتے ہیں کہ ان میں پیدائش کی شرح زیادہ ہے اور اس پر سختی سے کنٹرول کی ضرورت ہے۔ جبکہ حالیہ کچھ سالوں میں آئے تمام سروے بھگوا الزام کی نفی کرتے ہیں۔

عیاں رہے کہ یوپی کی بی جے پی حکومت نے آئندہ انتخابات کے پیش نظر یہ شوشہ چھوڑا ہے تاکہ آنے والے اسمبلی الیکشن میں فائدہ اٹھایا جاسکے۔ ان کے مطابق اس مجوزہ قانون کا مرکزی ہدف مسلمان ہیں اور کوشش یہ ہے کہ انتخابات سے قبل ریاست کو مذہبی خطوط پر تقسیم کیا جاسکے۔ انتخابات کے پیش نظر ہندو مسلم بیانیہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس سے یہ تاثر قائم کرنے کی بھی کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے اور بڑھ رہی ہے اور اسی وجہ سے یہ قانون لایا جارہا ہے۔ حال ہی میں لکھنؤ سے دو مسلم نوجوانوں کی شدت پسند تنظیم القاعدہ سے وابستگی کے الزام میں گرفتاری بھی اسی کوشش کا حصہ بتایا جارہا ہے اور یوپی میں یہ سب آئندہ انتخابات تک چلتا رہے گا۔ مسلمانوں کو اس بل پر بہت زیادہ تشویش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ مسلمان تو پہلے سے ہی بہت سی سہولیات سے محروم ہیں اس لیے ان پر اس کا کم اثر پڑے گا اور دیگر وہ برادریاں زیادہ متاثر ہوں گی جو پسماندہ ہیں یا جن کا قبائل سے تعلق اور ان کے لیے حکومتی سطح پر روزگار جیسے مواقع پہلے سے محفوظ ہیں۔ یوگی حکومت کی نیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معاملہ صرف اور صرف اسمبلی انتخابات کے پیش نظر اٹھایا گیا ہے تاکہ عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹائی جاسکے۔ سب سے زیادہ آبادی کا مسئلہ کم تعلیم یافتہ اور غریب سماج میں ہے جو حکومت کی امداد ورعایات سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر انہیں اس کے سبب روزگار اور امداد سے محروم کردیا گیا تو اس سے سماج کا سب سے زیادہ پسماندہ طبقہ متاثر ہوگا اور اس سے سیاست میں ان کی نمائندگی مزید کم ہوجائے گی جو پہلے سے ہی حاشیے پر ہے۔ **(نواب علی اختر)**

Scanned with CamScanner

ماحولیاتی تبدیلی کورونا سے زیادہ خطرناک

اسد مرزا

اقوامِ متحدہ کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق سوکھا ایک ایسا عالمی خطرہ ہے جس کی جانب عالمی برادری خاطر خواہ توجہ نہیں دے رہی ہے۔ اور بہت جلد ہی یہ خطرہ دنیا کے ہر ملک کے لیے ایک بڑا چیلنج بن کر سامنے آسکتا ہے۔ اگر مختلف ممالک نے اس خطرے کو روکنے کے لیے اپنے زرعی اور آبی وسائل کا مؤثر طریقے سے مینجمنٹ نہیں کیا اور ماحولیاتی آلودگی کے دیگر خطرات کی طرف اپنی کوششوں کو زیادہ تیز نہیں کیا تو بہت جلد ہی ہمیں عالمی پیمانے پر سوکھے کا سامنا کرنا ہوگا۔ جس کے منفی اثرات کورونا وبا سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں۔

آئندہ نومبر میں گلاسگو، برطانیہ میں ماحولیات پر ہونے والے COP-26 اجلاس کے دوران اس رپورٹ پر عالمی برادری کی جانب سے غور وخوض کیا جائے گا۔ یو این کی رپورٹ کے مطابق موجودہ صدی کے دوران ہی 1.5 بلین افراد سوکھے سے متاثر ہوچکے ہیں اور معاشی طور پر اس کی وجہ سے تقریباً 124 بلین ڈالر کا خسارہ ہوچکا ہے۔ سوکھے کے مختلف پہلوؤں کی معاشی قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے، کیونکہ اس تخمینے میں ابھی بھی ترقی پذیر ممالک پر اس کی معاشی اثرات کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ یو این سکریٹری جنرل کی ماحولیات اور اس کے منفی اثرات کو کم کرنے کے لیے تعینات کی گئیں ان کی خاص مشیر مامی مزوتوری کے بقول سوکھا ایک عالمی وبا کے طور پر ہم پر چھا جائے گا اور اس سے نبرد آزما ہونے کے لیے کوئی ٹیکا بھی موجود نہیں ہے۔ ان کے بقول آنے والے چند سالوں میں دنیا کے بیشتر حصے پانی کی قلت سے دوچار ہوجائیں گے۔ سال کے زیادہ عرصے میں پانی ضرورت سے کم ہی دستیاب ہوگا۔ پانی کی کمی کی وجہ سے سوکھے کے اثرات نمایاں ہوں گے اور زمین کے کٹاؤ کی وجہ سے پیداوار میں کمی بھی واقع ہوگی۔ مزوتوری کے بقول ایک عام تاثر یہ ہے کہ سوکھا افریقہ کے صحرائی ملکوں میں ہی پڑسکتا ہے، جو کہ ایک غلط خیال ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس صدی کے اواخر تک دنیا کے بیشتر ملک سوائے چند ایک کو چھوڑ کر سوکھے کا شکار ہوچکے ہوں گے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ آج ہم جو تصویر دیکھ رہے ہیں وہ ماضی سے بالکل مختلف ہے۔ انسانی مداخلت اور ماحولیات سے غفلت کے سبب سوکھے کا منفی اثر بلا واسطہ طور پر اقوامِ متحدہ کے دیگر پروگراموں پر بھی منفی اثرات نقش کررہا ہے، جیسے کہ غربت سے عوام کو نجات دلانے والے پروگرام، کیونکہ جتنے وقت میں خطِ افلاس سے نیچے رہنے والے لوگوں کو مالی اعتبار سے کچھ مدد پہنچاتے ہیں تو وہ حقیقتاً اس سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں، کیونکہ اگر وہ زرعی شعبے سے وابستہ ہیں تو اس پر ہونے والے منفی اثرات ہماری دیگر کاوشوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

ایک عام تاثر یہ بھی ہے کہ سوکھا ترقی یافتہ ممالک میں نہیں ہوسکتا جو کہ بہت حد تک ایک غلط تاثر ہے۔ حال کے عرصے میں امریکہ، آسٹریلیاں اور جنوبی یورپ کے بڑے حصوں میں سوکھے کے اثرات نمایاں ہوئے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق امریکہ میں اس کا معاشی اثر تقریباً 6 بلین ڈالر سالانہ اور یورپی یونین کے ملکوں پر 9 بلین یورو سالانہ ہورہا ہے۔ امریکہ کی National Oceanic and Atmospheric Administration کے سائنسداں اور رپورٹ تیار کرنے والے گروپ کے ماہر Rogent Pulwarty کے بقول سوکھے کا اثر زراعت کے علاوہ دیگر شعبوں جیسے کہ نقل وحمل یا ٹرانسپورٹ نظام، سیاحت اور توانائی پیدا کرنے والے اداروں پر بھی ہوتا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے یورپ میں دریا ڈانیے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ندی میں پانی کی مقدار کم ہونے کا اثر ان تمام شعبوں پر دیکھنے میں آیا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں اپنے آبی وسائل اور فاصلۂ آب کا نظام بہتر کرنا لازمی ہے۔ سائنس دانوں کے مطابق ماحولیات میں تبدیلی کی وجہ سے کم بارش ہونے کو زیادہ تر لوگ سوکھے میں اضافہ کی وجہ سمجھتے ہیں، لیکن رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ آبی وسائل کے غلط استعمال اور زیادہ کاشت کرنے اور پرانے زرعی تکنیک استعمال کرنا بھی اس کی ایک وجہ ہے۔ رپورٹ میں آبی وسائل کے بہتر استعمال پر کافی زور دیا گیا ہے۔ جون کے مہینے میں ہی NASA اور NOAA کے سائنس دانوں نے ایک دوسرے خطرے کی طرف بھی توجہ مرکوز کرانے کی کوشش کی ہے۔ ان دونوں اداروں کی ایک مشترکہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 2005 سے 2019 کے درمیان زمین کے توانائی کے توازن میں تقریباً دوگنا اضافہ ہوا ہے۔ نئی تحقیق کے مطابق زمین اپنے اندر دوگنا توانائی جذب کررہی ہے جس کا منفی اثر ماحولیات پر ہو رہا ہے۔ توانائی کے عدم توازن کے مطابق زمین جو حدت سورج سے جذب کرتی ہے اسے واپس خلا میں تحلیل ہوجانا چاہیے، لیکن ایسا نہیں ہورہا ہے بلکہ اس میں سے توانائی کا ایک بڑا حصہ زمین اور اس کے اردگرد کے ماحول میں جذب ہورہا ہے، جس کی وجہ سے زمین کا درجہ حرارت بڑھتا جارہا ہے۔ دراصل گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کی وجہ سے بھی زیادہ تر حدت زمین کے آس پاس ہی رہ جاتی ہے اور اس کی وجہ سے خاص طور پر Antartica میں برف پگھلنے کی وجہ سے دریاؤں اور سمندروں کی سطح میں اضافہ ہورہا ہے۔ اس کا مشاہدہ ہم ریاست اڑیسہ میں کرچکے ہیں، جہاں زمین کے کٹاؤ اور سمندر کی سطح میں اضافے کی وجہ سے کئی سو گاؤں کو خالی کرانا پڑا۔ دریں اثنا ماحولیاتی کارکنوں کے لیے فتح سے تعبیر کیے جانے والی ایک پیش رفت میں بلجیئم کی ایک عدالت نے ایک تاریخ ساز فیصلہ میں کہا ہے کہ بلجیئین حکومت کا ماحولیات کے منفی اثرات کے تئیں غفلت برتنا حقوق انسانی کی پامالی کے مترادف ہے۔ کیونکہ حکومت اپنے عوام کو سانس لینے کے لیے صاف ہوا مہیا کرانے میں ناکام رہی ہے۔ بلجیئم کی طرح ہی نیدرلینڈس، فرانس، اور جرمنی کی عدالتوں نے بھی اپنے ممالک کی حکومتوں کی نکتہ چینی کی ہے کیونکہ وہ اپنے عوام کو ماحولیاتی خطرات سے بچانے میں ناکام رہی ہیں۔ بلجیئم ان ملکوں میں سے ہے جہاں صنعتی انقلاب کی آہٹ سب سے پہلے سنی گئی تھی اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کی طرح وہ بھی سن 2030 کے اپنے گیس اخراج کے اہداف کو پانے میں ناکام ہوتا نظر آرہا ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ سب مستقبل میں ہمیں درپیش ہونے والی مشکلات کی نشانیاں ہیں اور ان سب کی کلیدی وجہ ماحولیات میں رونما ہونے والی منفی اور مضر تبدیلیاں ہیں۔ ماحولیاتی ماہرین کے مطابق یہ سب تیزی سے فروغ پانے والے صنعتی نظام کی بدولت پیش آیا ہے۔ جس پیمانے پر ترقی یافتہ ممالک نے اپنے یہاں صنعتی نظام اور کارخانوں کو فروغ دیا اس کا منفی اثر بہت جلد دیکھنے میں آرہا ہے۔ اور اس کے لیے کسی حد تک ہمارے سیاست دان بھی ذمے دار ہیں۔ صنعتی ممالک یا یوں کہیے کہ آج کے ترقی یافتہ ممالک نے ماحولیات میں بڑھتی تیزی اور اس کے منفی اثرات کی وجہ سے اپنے زیادہ تر کارخانے اور صنعتیں چین اور دیگر ایشیائی ممالک میں منتقل کردی تھیں۔

لیکن حال ہی میں کورونا وبا کی وجہ سے جب یورپ اور امریکہ میں موجود زیادہ تر کارخانوں کو چین سے خام مصنوعات کی فراہمی میں دقتیں پیش آئیں اور اس کا اثر عالمی Supply Chains پر ہوا تو اب ایک مرتبہ پھر ان صنعتوں کو دوبارہ یورپ اور امریکہ میں منتقل کرنے پر غور وخوض ہورہا ہے لیکن امید یہی ہے کہ اب ایسا ہونا آسان نہیں ہوگا۔ آج کے دور میں مغربی ممالک نے ماحولیات کے تئیں کچھ ہوشمندانہ حکمت عملی وضع کی ہیں جن کی بدولت یورپ یا امریکہ دھواں اگلنے والے کارخانوں کو اپنے یہاں دوبارہ قائم کرنے میں بہت زیادہ احتیاط برتیں گے۔ دیگر یہ کہ جیسا کہ ماحولیاتی تنظیموں اور کارکنان کا کہنا ہے کہ جب تک ترقی یافتہ ممالک ماحولیات کے تئیں کیے گئے اپنے وعدوں کو پورا نہیں کریں گے تب تک دنیا خطرے سے درپیش رہے گی۔ مغربی ممالک نے 2015 کے COP-26 کے پیرس اجلاس کے دوران ماحولیات سے جنگ لڑنے کے لیے 100 بلین ڈالر خرچ کرنے کا ایک عالمی معاہدہ کیا تھا جس پر 196 ملکوں نے دستخط کیے تھے لیکن ابھی تک یعنی 6 سال بعد بھی یہ رقم جمع اور خرچ نہیں ہو پائی ہے اور ماحولیاتی خطرہ اپنی جگہ بنا ہوا ہے۔ مجموعی طور پر دنیا کو آج جن خطرات کا سامنا ہے وہ ایک حد تک کاروباری اداروں اور سیاست دانوں کی سانٹھ گانٹھ کی وجہ سے بھی رونما ہورہے ہیں۔ جب ان خطرات سے لڑنے کے لیے حکمت عملی وضع کرکے اس پر عمل کرنا تھا، تب بھی غفلت برتی گئی اور آج جب وقت کم سے کم تر ہوتا جارہا ہے تب بھی ماحولیاتی خطرات سے بچنے اور اپنے عوام کو صاف ستھری ہوا اور پانی دستیاب کرانے میں زیادہ تر حکومتیں ناکام ہوتی نظر آرہی ہیں۔

ہندوتوا نظریے کا فروغ اور سائنسی تحقیقات پر حملہ

کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کورونا کی عالمی وبا کو بھگانے کے لیے دنیا کے کسی ملک میں اس کا بت بنا کر پوجا کی جارہی ہو یا پھر گائے کے پیشاب اور گوبر کو اس بیماری کا علاج بتایا جارہا ہو؟

جی ہاں میں بات کررہی ہوں بھارت کی، جس کی موجودہ قیادت وشوا گرو یعنی امام عالم بننے کا خواب دیکھ رہی ہے۔ جہاں ہندو قوم پرست جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے برصغیر کی تاریخ کو حکمراں گروہ کے ہندوتوا نظریے کے مطابق ڈھالنے اور جدید سائنس کی تحقیر اور اس کی اہمیت کم کرنے کی مسلسل کوشش ہورہی ہیں۔ نئی تعلیمی نیشنل ایجوکیشن پالیسی ۲۰۲۰ء کے اطلاق نے تو ان کوششوں کو ایک طرح سے لائسنس فراہم کردیا ہے۔

دنیا بھر میں تعلیم سے متعلق پالیسیاں معاشی خوشحالی، مثالی شہری بنانے نیز سائنسی مزاج پیدا کرنے کی بنیاد پر استوار کی جاتی ہیں۔ تاہم بھارت میں اس کا محور "پراچین سبھیتا" یعنی قدیم تہذیب اور قدیم علوم ہیں، کورونا مرض کے علاج کے حوالے سے یوگا اور قدیم طریقہ علاج کے پوسٹر بوائے بابا رام دیو اور انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن کے درمیان جاری بالادستی کی جنگ کو اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ اسی طرح حکمران جماعت کے بعض ارکان پارلیمان اور اسمبلی کھلے عام گائے کے پیشاب سے علاج کی تلقین کررہے ہیں۔ بی جے پی کی رکن پارلیمان پرگیہ ٹھاکر کا آئے دن اس بارے میں بیان آتا رہتا ہے۔ جدید سائنس کا کس طرح مذاق اڑایا جارہا ہے، میں اس کی یہاں ایک واضح مثال کے طور پر خود بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کی اس تقریر کے ایک اقتباس کو نقل کرتی ہوں، جو انہوں نے انڈین سائنس کانگریس کے ۲۰۱۹ء کے سالانہ اجلاس کا افتتاح کرتے وقت کی تھی۔ وزیراعظم مودی کا کہنا تھا: "نیوٹن نے قوت کشش ثقل کو صحیح طور پر نہیں سمجھا، البرٹ آئن سٹائن نے دنیا کو گمراہ کیا، بھارت نے ہزاروں سال پہلے ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور پلاسٹک سرجری ایجاد کی تھی۔"

بھارت کے قومی تعلیمی ادارے این سی ای آر ٹی اور صوبائی تعلیمی بورڈز کے تعلیمی نصابوں میں ایسا مواد شامل کیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں ایک مخصوص فرقے اور ایک ہمسایہ ملک کے خلاف نفرت پیدا ہونا فطری عمل ہے۔ بطور مثال گجرات میں آٹھویں کلاس کی تاریخ میں درج ہے کہ دہلی کا قطب مینار ہندو بادشاہ سمندر گپت نے تعمیر کیا اور اس کا اصل نام وشنو استھمب تھا۔ اسی طرح تاج محل اور مسلم ادوار حکومت کی دیگر عمارتوں کے بارے میں اسی نوع کی بے بنیاد باتیں پھیلائی گئی ہیں اور جاری ہیں۔

مثلاً جنوبی بھارت کے صوبہ کرناٹک میں ایک نصابی کتاب میں گائے کا تقدس بڑھانے کے حوالے سے ایک عجیب وغریب واقعہ شامل ہے، جس میں ایک شیر اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ آئندہ کبھی گائے کا گوشت نہیں کھائے گا۔ جواہر لعل یونیورسٹی کے سابق استاد اور ممتاز تاریخ داں پروفیسر ڈی این جھا، جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے، نے اپنی کتاب قدیم ہند میں کھانے کی عادات پر مفصل لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے ہندو مقدس کتابوں کے حوالے سے اس بات کو اجاگر کیا کہ "ویدک دھرم میں گائے کو ذبح کرنا ممنوع نہیں تھا اور گائے کے گوشت سے مہمانوں کی تواضع کرنے کو توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔" انہوں نے لکھا کہ گائے کے گوشت پر پابندی لگانی ہے تو تمام مقدس کتابوں سے پرانے مواد کو ہٹانا پڑے گا۔ تاہم اس وقت بھارت کے بیشتر صوبوں میں نہ صرف گائے کے ذبح پر پابندی ہے بلکہ اسے ایک سنگین جرم قرار دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ گائے کے گوشت کے شبہ میں اب تک ماب لنچنگ کے تقریباً تین سو واقعات رونما ہوچکے ہیں اور یہ سلسلہ رکنے کا نام نہیں لے رہا۔ مزید برآں یہ کہ بھارتی حکمراں جماعت کی سرپرست آر ایس ایس کے تحت چلنے والے چھ ہزار سے زائد اسکولوں میں، جو سرکاری امداد پر چلتے ہیں، معصوم ذہنوں کو مسموم کیا جاتا ہے۔ نیز ششو مندروں (بچوں کے اسکولوں) کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ ان میں کیا پڑھایا جاتا ہے وہ ملاحظہ کریں: "برصغیر میں مسلمان بادشاہوں کا مقصد ہندوؤں کی نسل کو ختم کرنا تھا۔ افغانستان میں تمام ہندو قتل کردیے گئے تھے۔ دکن کی سلطنت نے ہر سال ایک لاکھ ہندوؤں کو قتل کرنے کا ہدف مقرر کیا تھا۔" بھارت کے ممتاز مورخین اور دانشوران ایک عرصے سے یہ مطالبہ کررہے ہیں کہ تعلیمی نصاب اور تاریخ کی کتب سے زہریلے مواد کی تطہیر کے لیے ایک نیشنل کمیشن قائم کیا جائے۔ تاہم نئی قومی تعلیمی پالیسی اس پر خاموش ہے۔ بلکہ اس میں پورے تعلیمی نظام کو حکمراں جماعت کے نظریے کا جامہ پہنانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس وقت بھارت میں مذہبی منافرت پر مبنی سیاست اور نفرت کی بنیاد پر ظلم وتشدد کے واقعات میں جو تشویشناک اضافہ ہورہا ہے اس کا سدباب اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ نظام تعلیم کو فرقہ وارانہ آلائشوں سے پاک کیا جائے۔ جہاں تک سائنٹفک مزاج کا معاملہ ہے، تو وہ ہندوتوا کے نظریے کو اندھادھند طریقے سے فروغ دینے کے نتیجے میں بری طرح متاثر ہورہا ہے۔ ہندوتوا کے نظریے کو نہ روکا گیا تو نئی نسل کے مزاج کو دوبارہ سائنس کی جانب راغب کرنے میں برسوں لگ جائیں گے۔ **(زینت اختر بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)**

Scanned with CamScanner

نصف صدی سے انصاف کا منتظر 108 سالہ شخص چل بسا

سپریم کورٹ ترپن سال پرانے ایک کیس کی سماعت کے لیے راضی تو ہوگیا لیکن اس سے چند گھنٹے پہلے ہی انصاف کے طالب 108 سالہ گائیکواڈ دنیا سے چل بسے۔ بھارتی عدالتوں سے انصاف ملنے میں تاخیر کا یہ تازہ ترین واقعہ ہے۔

108 سالہ گائیکواڈ 1968 سے انصاف کے منتظر تھے۔ سپریم کورٹ نے جب ان کے کیس کی سماعت پر رضامندی ظاہر کی تو عدالت کو بتایا گیا کہ مدعی اس دنیا میں نہیں رہے، چند گھنٹے قبل ان کی موت ہوگئی تھی۔

مہاراشٹر کے رہنے والے 108 سالہ سوپن سرسنگھا گائیکواڈ زمین کے تنازعہ کے اپنے کیس کو سپریم کورٹ کی طرف سے سماعت کے لیے منظور کیے جانے کی بھی خبر سننے کے لیے زندہ نہیں رہ سکے، کیس کا فیصلہ تو نہ جانے کب آتا، وہ 1968 سے اس کیس کے فیصلے کے منتظر تھے لیکن بامبے ہائی کورٹ نے اسے مسترد کرنے سے پہلے 27 برسوں تک اپنے پاس زیرالتوا رکھا۔ بعد میں انہوں نے دہلی میں سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

گائیکواڈ کے وکیل ویراج کدم نے میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے کہا: ''یہ بدقسمتی ہے۔ یہ شخص جو نچلی عدالت سے اپنا کیس لڑتا ہوا سپریم کورٹ تک پہنچا تھا یہ سننے کے لیے بھی زندہ نہیں رہا کہ عدالت عظمی ان کے کیس پر غور کرنے کے لیے تیار ہوگئی ہے۔'' انہوں نے بتایا کہ عدالت عظمی کے سامنے یہ کیس بارہ جولائی کو پیش کیا گیا۔ لیکن عدالت کو بتایا گیا کہ کچھ دیر قبل ہی گائیکواڈ کی موت ہوگئی۔ یہ کیس اب ان کے قانونی وارث لڑیں گے۔''

کیا ہے معاملہ؟

سوپن نرسنگھا گائیکواڈ نے 1968 میں تمام قانونی اور دیگر ضابطے مکمل کرکے ایک پلاٹ خریدا تھا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ جس شخص نے ان سے زمین فروخت کی اس نے مذکورہ اراضی بینک سے قرض لینے کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔ جب زمین کے اصل مالک نے قرض ادا نہیں کیا تو بینک نے زمین قرق کرنے کے لیے گائیکواڈ کو نوٹس بھیج دیا۔ گائیکواڈ نے اس پر زمین کے اصل مالک اور بینک کے خلاف نچلی عدالت میں اپیل کی اور دلیل دی کہ وہ زمین کے خریدار ہیں لہذا بینک کو اپنے قرض کی رقم اصل مالک کی جائیدادوں کو فروخت کرکے وصول کرلینی چاہیے۔

عدالت نے گائیکواڈ کی دلیل تسلیم کرلی اور 10 ستمبر 1982 کو ان کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔ زمین کا اصل مالک اس فیصلے کے خلاف عدالت چلا گیا جس نے 1987 میں عدالت کے فیصلے کو پلٹ دیا۔ گائیکواڈ نے اس کے خلاف بامبے ہائی کورٹ سے رجوع کیا، جہاں 1988 سے یہ زیرالتوا رہا۔ ہائی کورٹ نے 2019 میں اسے خارج کردیا۔ جس کے بعد گائیکواڈ نے سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

تقریباً چار کروڑ سے زائد کیس زیر التوا

بھارت میں انتہائی معمولی سے لے کر سنگین جرائم سمیت زیرالتوا فوجداری اور دیوانی کیسز کی اصل تعداد بتانا مشکل ہے۔ اس حوالے سے کسی حد تک معتبر ذریعہ نیشنل جوڈیشیل ڈیٹا گرِڈ (این جے ڈی جی) ہے۔ حالانکہ ماہرین کے مطابق یہ بھی مکمل نہیں ہے کیونکہ یہ انہیں اعداد و شمار کو یکجا کرتی ہے جو اسے فراہم کیے جاتے ہیں۔

این جے ڈی جی کے مطابق بھارت کی ہائی کورٹوں میں 58 لاکھ 50 ہزار کیسز زیرالتوا ہیں جبکہ ضلعی عدالتوں میں زیرالتوا کیسز کی تعداد تین کروڑ 90 لاکھ سے زیادہ ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر چار کروڑ چالیس لاکھ کیسز بھارتی عدالتوں میں زیرالتوا ہیں۔ ان کے علاوہ سپریم کورٹ میں بھی تقریباً 70 ہزار کیسز زیرالتوا ہیں۔

اگر عدالتوں میں کوئی نیا کیس داخل نہ کیا جائے تب بھی زیرالتوا مقدمات کو نمٹانے میں تقریباً 360 برس لگ جائیں گے۔

سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس مدن بی لوکور نے اس حوالے سے اپنے ایک تفصیلی مضمون میں لکھا ہے کہ 2006 میں جب پہلی مرتبہ بھارتی عدالتوں میں زیرالتوا کیسز کے اعداد و شمار شائع کیے گئے تو اس وقت ہائی کورٹوں میں 35 لاکھ اور ضلعی عدالتوں میں تقریباً ڈھائی کروڑ کیسز زیرالتوا تھے۔ لیکن گزشتہ پندرہ برسوں کے دوران حیرت انگیز طور پر ایک کروڑ 42 لاکھ نئے کیسز کا اضافہ ہوا ہے، گویا ہر برس دس لاکھ سے زیادہ نئے کیسز درج کرائے گئے ہیں۔ حکومتی رپورٹوں کے مطابق اس وقت ملک کے پچیس ہائی کورٹوں میں 400 سے زائد ججوں کے عہدے خالی ہیں جبکہ ضلعی عدالتوں میں پانچ ہزار سے زائد ججوں کے عہدوں پر تقرری نہیں ہوئی ہے۔ سپریم کورٹ کے سابق جج مارکنڈے کاٹجو کا کہنا ہے: ''بھارتی عدالتوں میں ایک کیس کو نمٹانے میں جتنا وقت لگتا ہے اگر عدالتوں میں کوئی نیا کیس داخل نہ کیا جائے تب بھی زیرالتوا مقدمات کو نمٹانے میں تقریباً 360 برس لگ جائیں گے۔''

ایک اور المناک پہلو

عدالتی انصاف میں تاخیر کا ایک اور المناک پہلو یہ ہے کہ پندرہ، بیس اور پچیس برس تک جیلوں میں رہنے کے بعد جب عدالتیں کسی ملزم کی بے گناہی پر مہر لگاتی ہیں اس وقت تک اس کا سب کچھ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

گزشتہ ماہ ہی ایک سو سے زائد مسلمانوں کو عدالت نے تقریباً بیس برس بعد باعزت بری کیا۔ گجرات پولیس نے انہیں دہشت گردی کے الزام میں اس وقت گرفتار کیا تھا جب وہ ایک پروگرام میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ **(جاوید اختر بحوالہ ڈوئچے ویلے جرمنی)**

کووڈ کی وجہ سے نوجوانوں کا مستقبل غیر یقینی

بھارت میں کورونا وبا کے سبب پیدا شدہ مالیاتی بحران نے نوجوان گریجویٹس کی امیدوں کی چکنا چور کردیا ہے۔ ملازمت کے امکانات محدود ہونے کی وجہ سے ماہرین کا کہنا ہے کہ جاب مارکیٹ کو دوبارہ پوری طرح بحال ہونے میں ابھی برسوں لگیں گے۔

گزشتہ برس مارچ میں بھارت میں کورونا وائرس کی وبا کے آغاز سے قبل سمرن ٹنڈن ایک بڑے انوسٹمنٹ بینکنگ کمپنی میں جوائن کرنے کی تیاریاں کررہی تھیں۔ لیکن کمپنی نے ان کے آفر لیٹر کو اچانک منسوخ کر دیا اور اس کے بعد سے اب تک متعدد کمپنیاں ملازمت کے لیے سمرن کی درخواستوں کو مسترد کرچکی ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نمایاں نمبروں کے ساتھ کامرس کی بیچلر ڈگری پاس کی ہے۔ سمرن ان لاکھوں نوجوان بھارتیوں میں سے ایک ہیں، جنہوں نے حال ہی میں اپنی گریجویشن مکمل کی ہے اور وبا سے بری طرح متاثر بھارتی معیشت میں اپنے لیے ایک مناسب نوکری تلاش کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

بھارتی تھنک ٹینک سینٹر فار مانیٹرنگ انڈین اکنامی (سی ایم آئی ای) کا کہنا ہے کہ کورونا وبا کی وجہ سے جو شعبے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں، جاب مارکیٹ ان میں سے ایک ہے اور اس کا بالخصوص نوجوانوں پر سب سے زیادہ اثر پڑا ہے۔

گھریلو آمدنی، اخراجات اور اثاثوں کا مسلسل سروے کرنے والے سی ایم آئی ای نے اپنے تازہ ترین اعداد و شمار میں بتایا ہے کہ بھارت میں بیس سے چوبیس برس کی عمر کے نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح سب سے زیادہ بلند ہے۔ تقریباً اڑتیس فیصد نوجوان اس وقت بے روزگار ہیں۔

سمرن ٹنڈن نے میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے مایوسانہ لہجے میں کہا: ''وبا کی وجہ سے میرا مستقبل غیر یقینی ہوگیا ہے۔ اب میں نے ملازمت تلاش کرنے کے بجائے تعلیم کو آگے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے اور چارٹرڈ اکاؤنٹنگ پروگرام میں داخلہ لے لیا ہے۔''

ان نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح بہت بلند ہے، جن کے پاس کوئی مخصوص مہارت یا اسکل نہیں ہے۔

جرنلزم کے ایک معروف کالج سے جرنلزم اور ماس میڈیا میں ڈگری کورس کرنے والی بائیس سالہ سواتی لوتھرا کافی پرجوش اور پر امید تھیں لیکن پچھلے ایک برس سے بھاگ دوڑ کے باوجود انہیں اب تک کوئی ملازمت نہیں مل سکی ہے کیونکہ میڈیا اداروں نے نہ صرف اپنے ورکرز کی تعداد کم کرنا شروع کردی ہے بلکہ تنخواہیں بھی کم کردی ہیں۔

سواتی لوتھرا نے میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ حالات میں میڈیا انڈسٹری میں میرے لیے مواقع بڑی تیزی سے ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ وبا کی وجہ سے اداروں پر جو دباؤ پڑا ہے اسے دیکھتے ہوئے میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ آیا میڈیا میں ملازمت ملنا ممکن بھی ہے یا نہیں۔''

بھارت میں روزگار کی کیا حالت ہے اس کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ صرف ایک ماہ میں 75 لاکھ افراد روزگار سے محروم ہوئے ہیں۔

سی ایم آئی ای کے مطابق شہروں میں بیچلر ڈگری رکھنے والی ہر چار میں سے ایک اور پوسٹ گریجویٹ ڈگری رکھنے والی ہر پانچ میں سے ایک خاتون بے روزگار ہے۔ سی ایم آئی ای کے مینجنگ ڈائریکٹر مہیش ویاس کا کہنا ہے کہ 2020 کے لاک ڈاؤن نے نوجوانوں میں ناامیدی پیدا کردی تھی۔ اچھی ملازمت حاصل کرنے کے ان کے مواقع ختم ہوگئے۔ 2021 میں آنے والی دوسری لہر نے تو جاب مارکیٹ کو مزید ابتر بنا دیا ہے۔

مہیش ویاس کہتے ہیں کہ اگر 2022 میں تیسری لہر نہیں آتی ہے تب بھی نئے گریجویٹس کو ملازمت کی تلاش میں دردر بھٹکنا پڑ سکتا ہے۔ بھارت میں ہر سال یونیورسٹیوں اور کالجوں سے گریجویشن کرنے والے تقریباً بیس ملین نوجوانوں میں سے پچاسی فیصد معمول کے ڈگری کورسز میں داخلہ لیتے ہیں جب کہ صرف پندرہ فیصد ہی انجینئرنگ، ٹیکنالوجی اور میڈیکل کالجوں میں داخلہ لے پاتے ہیں یا انہیں داخلہ مل پاتا ہے۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (آئی آئی ٹی) اور انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمینٹ (آئی آئی ایم) جیسے ملک کے بہترین تعلیمی اداروں سے گریجویشن کرنے والے طلبہ، جنہیں عام حالات میں بڑی تنخواہوں کے ساتھ آسانی سے ملازمت مل جاتی تھی، آج کل ملازمت کی تلاش میں ہیں یا درخواست دینے سے قبل معیشت کے بحال ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔

کووڈ۔19 کے بحران سے قبل بھی بھارت میں بے روزگاری کی اونچی شرح کی وجہ سے نوجوانوں کے لیے ملازمت کا حصول بہت زیادہ آسان نہیں تھا۔ گزشتہ برس بھارت کے جی ڈی پی میں اپریل سے جون کے درمیان منفی 9.23 فیصد کی گراوٹ آئی کیونکہ کورونا وائرس کی وجہ سے اہم صنعتیں بند ہوگئیں اور لاکھوں افراد کی ملازمتیں ختم ہوگئیں۔ اپریل اور مئی میں آنے والی دوسری لہر نے صورت حال کو مزید ابتر کر دیا، متعدد ماہرین کی رائے میں ملازمتوں کے ختم ہونے اور معیشت کی خراب صورت حال میں بہتری آنے کی کوئی علامت دکھائی نہیں دے رہی ہے، معیشت کی بحالی کا راستہ کافی طویل اور دشوار گزار دکھائی دے رہا ہے۔ انڈیا اسکل رپورٹ کے مطابق 2021 میں گریجویٹ ہونے والے نوجوانوں کو 2020 کے مقابلے ملازمت کے حصول میں کہیں زیادہ پریشانی ہوگی۔

دہلی اسکل اینڈ انٹرپرینیورشپ یونیورسٹی کی وائس چانسلر نہاریکا ووہرا نے بتایا کہ ہمیں اندازہ ہے کہ بھارتی نوجوانوں کے سامنے بے روزگاری ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ لیکن اگر ہم بے روزگاری کے اعداد و شمار پر باریکی سے نگاہ ڈالیں تو دیکھیں گے کہ ان نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح بہت بلند ہے، جن کے پاس کوئی مخصوص مہارت یا اسکل نہیں ہے۔ مستقبل کی بے یقینی کو دیکھتے ہوئے حالانکہ بہت سے نوجوان گریجویٹس اس امید میں نئے پیشے یا مہارت سیکھنے کی کوشش کررہے ہیں کہ شاید آنے والے مہینوں میں حالات کچھ بہتر ہو جائیں لیکن بیشتر لوگوں کا خیال ہے کہ بھارتی معیشت کے پوری طرح بحال ہونے میں ابھی بہت وقت لگے گا۔ **(مرلی کرشنن بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)**

Scanned with CamScanner

چمن میں اختلاف رنگ و بو سے بات بنتی ہے

نثار احمد ریسرچ اسکالر جے این یو

آر ایس ایس کے صدر موہن بھاگوت ہمیشہ اپنے بیانوں کی وجہ سے سرخیوں میں رہے ہیں، انہوں نے ایک بیان جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو ہندوستان سے مسلمانوں کو نکالنے کی بات کرتا ہے وہ ہندو نہیں ہوسکتا، ہندو مسلمان اور یہاں بسنے والے سبھی لوگوں کا ڈی این اے ایک ہی ہے۔ یہ بیان ایک تاریخی پس منظر کا حامل ہے، موجودہ ہندوستان کے سیاسی احوال میں اس بیان کی معنویت مزید دوبالا ہو جاتی ہے، ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں کو دوئم درجہ کا شہری بنانے کی وکالت زور وشور سے ہورہی ہے سیاسی سماجی اور ثقافتی سطح پر مسلمانوں کے ساتھ سوتیلا برتاؤ روا ہے ایسے موقع پر سنگھ پرکھ کا یہ بیان بہت معنی خیز ہے۔

موجودہ وقت کے ہندوستانی سیاست میں سنگھ کتنا متاثر کن ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے بلکہ کہا تو یہ بھی جاتا ہے کہ موجودہ حکومت کو مستحکم کرنے میں اور بی جے پی کو اس مقام تک پہنچانے میں سنگھ کا سب سے اہم رول ہے، موجودہ مرکزی حکومت اور صوبائی حکومت میں جہاں بھی بی جے پی کی اکثریت ہے ان میں آر ایس ایس کا عمل دخل بہت زیادہ ہے، اس لئے بھی موہن بھاگوت کے بیان کو بہت اہم مانا جارہا ہے۔

سیاست میں عمل دخل اس میں حصہ داری اور بالادستی قائم رکھنے کے لیے ہمیشہ سے نت نئے حربے استعمال ہوتے آئے ہیں، ہندوستان کی تاریخ سے اگر آپ آگاہ ہیں تو یقیناً آپ جانتے ہوں گے کہ اپنے آپ کو مستحکم کرنے اور اپنی بالادستی کو قائم رکھنے کے لیے بادشاہ امراء اور حکام سیاسی پینترے آزماتے رہے ہیں، اکبر کی مذہبی پالیسی اس کی بڑی اچھی مثال ہے جہاں اکثریت کو خوش رکھنے کے لئے اس نے برہمنوں راجپوتوں اور اونچی ذات والوں کو اعلی منصب پر فائز کیا، یہ ہر زمانے میں ہوتا آیا ہے، حاکم سیاسی اعتبار سے کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو جائے اسے رعایا پر ہی حکومت کرنی ہے اور رعایا کو بہت دیر تک ناراض نہیں رکھا جاسکتا، خصوصا ایسے وقت میں جہاں پیغام رسانی کے آلات بدرجہ اتم موجود ہیں ایک سیکولر ملک میں ایک بڑے طبقے کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم رکھنا اس کو دوئم درجے کا شہری ثابت کرنا صرف ایک پولیٹیکل ہتھکنڈا تو ہوسکتا ہے لیکن اس کو عملی جامہ پہنانا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے، آر ایس ایس چیف کا یہ بیان بی جے پی کے لئے صرف ڈیمج کنٹرول کی ایک کوشش ہے۔

جغرافیائی اعتبار سے دیکھیں تو ہندوستان کے ایک کنارے سے منطقہ حارہ گزر رہا ہے تو دوسری طرف ہمالیہ کا طویل کوہستانی سلسلہ ہے، تیسری اور سے اسے سمندر نے گھیر رکھا ہے جس کی وجہ سے یہ ملک قدرتی وسائل سے مالا مال ہے، یہاں کے معتدل موسم، صاف شفاف آب و ہوا اور ہرے بھرے کھیت کھلیانوں نے ہمیشہ غیر ملکیوں کو لبھایا رجھایا اور اپنی اور کھینچا ہے۔ معتدل فضا، صاف شفاف جھرنوں اور آبشاروں نے یہاں کی خوبصورتی کو مزید دوبالا کیا ہے، انجام کار بہت سی اقوام یہاں آئیں اور یہیں کی ہو کر رہ گئیں، تاریخ نویسوں کے مطابق جو یہاں کے اصل باشندے تھے وہ غیر ملکیوں کے مقابلے میں کافی پچھڑے ہوئے تھے وہ اپنے قبیلوں میں رہتے تھے، بہت زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھے، سینٹرل ایشیا سے آئے لوگوں نے انہیں جنگل میں دھکیل دیا اس طرح آریاؤں کا تسلط ہندوستان پر قائم ہوا، سالوں بعد عرب آئے اور وہ بھی مستقل یہیں کے ہو رہے، پھر تیمور، تاتاری افغان اور مغل بھی آئے جن کی داستانیں تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔

باہر سے آنے والے زیادہ تر لوگ سندھ ندی اور اس کے آس پاس آباد ہوئے اسی مناسبت سے پہلے وہ سندھی اور پھر ہندی کہلائے جانے لگے، دری کے لفظ ہندو اور سنسکرت کے استھان سے ہندوستان بنا، اسی مناسبت سے پورے خطے کو ہندوستان کہا جانے لگا، کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کا لفظ دریوس دوئم نے سب سے پہلے سندھ کی مناسبت سے استعمال کیا تھا، مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ لفظ ہندو ان لوگوں کے ساتھ خاص ہوگیا جو مخصوص طریقے سے بت کی پوجا کرتے تھے۔ ایک مخصوص طبقہ کے ساتھ خاص ہوتے ہی لفظ ہندو مذہب کے معنی میں تبدیل ہوگیا اور دوسرے مذہب کے لوگوں نے اپنے آپ کو اس علامت سے الگ کرلیا بالخصوص مسلمانوں نے اپنے آپ کو اس سے الگ ہی رکھا، ان کی پہچان اہل ہند یا ہندی کی ضرور رہی جس کے فارسی معنی ہندوستان والے کے ہیں، بہت سے آدیواسی جو ایک خدا کو نہیں مانتے، بت کی پوجا بھی کرتے ہیں لیکن اپنے آپ کو ہندو نہیں مانتے ہیں، اب لفظ ہندو آریاؤں اور سناتن دھرم کے ماننے والوں کے ساتھ خاص ہوگیا، آریا سینٹرل ایشیا سے آکر ہندوستان میں آباد ہوئے تھے، یہ لوگ اپنے آپ کو سناتنی بھی کہتے ہیں اور اس پورے طور طریقے کو ہندوتوا کہا جاتا ہے جس میں صرف وہی لوگ فٹ بیٹھتے ہیں جو مورتی پوجا میں یقین رکھتے ہیں، وید، مہا بھارت اور راماین ان کی مقدس کتابیں ہیں، اسلام عیسائیت بدھ ازم جین ازم سکھ مت لفظ ہندو سے مبرا ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے دلت اور ملحد اپنے آپ کو ہندوؤں سے الگ مانتے ہیں اس پریبھاشا کے بعد ہندوازم کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

موہن بھاگوت اور آر ایس ایس سے جڑے لوگ اکثر و بیشتر ڈی این اے کی بھی بات کرتے ہیں۔ اول تو یہ کہ ڈی این اے کا مذہب سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، ایک شخص مسلمان ہے اس کا باپ ہندو ہوسکتا ہے، کسی کا باپ مسلمان تو بیٹا کسی اور دھرم کا ماننے والا ہوسکتا ہے۔ یقیناً دونوں کا ڈی این اے ایک ہی ہے لیکن مذہب الگ الگ ہے، ڈی این اے کے مسئلہ کو اچھال کر بار بار کنورژن اور تبدیلی مذہب کی طرف اشارہ کرنا گڑے مردے اکھاڑنے کے مترادف ہے۔

یقیناً ہندوستان میں آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نہیں تھا بہت سے لوگوں نے دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر اسلام کو اپنایا، عیسائیت اور بدھ ازم کو اپنایا، آریوں کی آمد کے بعد بہت سے لوگوں نے ہندوازم بھی اپنایا، لہٰذا ہندوستان میں ہندوازم کی ابدیت کا دعویٰ بے معنی ہے، ڈارون کی تھیوری کے مطابق انسان پہلے بندر تھا تب یقیناً اس کا کوئی مذہب نہیں تھا، اسلامی تھیوری کے مطابق آدم پہلے انسان تھے جو جنت سے دنیا میں بھیجے گئے اس لیے اس کا مدعی ہونا کہ فلاں پہلے کیا تھا؟ اس کے باپ دادا کا مذہب کیا تھا؟ اس کا ڈی این اے کیا ہے؟ یہ سب بہت بے معنی ہو جاتے ہیں۔ موجودہ وقت میں جو جس مذہب کا پیرو کار ہے وہی اس کا اصل ہے اس کے دل و دماغ میں بھی اسی مذہب کے اصول پیوست ہیں۔

اب ایسے موقع پر موہن بھاگوت کا یہ بیان کس کا عندیہ ہے صاف طور پر کچھ کہہ پانا مشکل ہے۔ آئندہ سال یو پی میں اسمبلی انتخاب ہونا ہے، جہاں مسلمانوں کی تعداد ۲۰ ؍فیصد کے آس پاس ہے، وہاں کے انتخابی نتائج کو الٹ پھیر کرنے میں مسلمانوں کا رول اہم ہوسکتا ہے، سماجوادی پارٹی بہوجن سماج پارٹی اور کانگریس سے بھی مسلم ووٹرز ناراض ہیں، بی جے پی اس بات کو سمجھ رہی ہے اس بیان کو اس ضمن میں بھی دیکھا جاسکتا ہے، لیکن دوسری اور CAA این آر سی ماب لنچنگ جیسے مسائل مسلم ووٹرز کو کہاں لے جاتے ہیں یہ بھی دیکھنے والی بات ہوگی۔

آر ایس ایس بی جے پی کا تھنک ٹینک ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے، موہن بھاگوت جب یہ بیان دے رہے تھے تب ان کو معلوم تھا کہ سی اے اے اور این آر سی جیسے قانون مسلمانوں کو ہراساں کرنے اور دوئم درجہ کے شہری بنانے کے لئے ہی لائے جارہے ہیں، اس بل کے خلاف زبردست احتجاج اور عالمی تنقید کے بعد شاید حکومت پر اس کا اثر ہوا ہے، بھاگوت کا یہ بیان شاید اسی ڈیمج کو کنٹرول کرنے کی ایک کوشش ہے۔ ظاہر ہے مسلمان شہریت کے حقوق سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں، نہ ہی بل کو زبردستی نافذ کیا جاسکتا ہے، جمہوریت میں جمہوری طریقے سے فیصلے صادر کرنا ہی اس کی خوبصورتی ہے، ایسی صورت میں موہن بھاگوت کا یہ بیان اور بھی خوش آئند ہو جاتا ہے۔

اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ مرکزی حکومت اس پر کتنا عمل کرتی ہے، اقتدار میں بیٹھے لوگوں نے جلد بازی میں بہت سے ایسے فیصلے لے لیے ہیں جو خود ان کے گلے کی پھانس بن گئے ہیں سی اے اے، این آر سی، آرٹیکل 370 اور کسان مخالف بل یہ کچھ مثالیں ہیں، حکومت کو جلد ہی ان پر مناسب فیصلہ لینا چاہیے ملک آئین کے سہارے ہی چلے گا، یہاں آئین کا راج ہوگا ہندوستان کو ہندو اور دیگر مذہبی طریقے سے چلانا مشکل ہے، ہندو۔ مسلم چھوڑ کر آئین کی بات کرنی ہوگی، بھاگوت کا یہ بیان اس کا اچھا عندیہ ہے

حقیقت تو یہ ہے کہ سارے لوگ ہی کہیں نہ کہیں سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں، الگ رنگ، الگ تہذیب وتمدن اور بولی کے ساتھ سب ہندوستان کے باشندے ہیں، کوئی ہزار سال پہلے تو کوئی دو ہزار تو کوئی چار ہزار سال پہلے یہاں آباد ہوا، سب نے ہزاروں سال پہلے اس ملک کو اپنا وطن تسلیم کرلیا، سب کے آباؤ اجداد یہیں پیدا ہوئے اور اسی خاک میں مل گئے، ہندو مسلم سکھ عیسائی اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں نے ہزاروں سال پہلے اس کو اپنا وطن بنالیا اس ملک کے بنانے اور سنوارنے میں کندھے سے کندھا ملا کر چلے اس ملک کو غیروں کے تسلط سے آزاد کرایا، یہ ملک ہم سب کا ہے، ہم ہندی اور ہندوستانی ہیں کسی کو بھی ملک بدر نہیں کیا جاسکتا، بھاگوت کا بیان دیر آید درست آید

چمن میں اختلاط رنگ و بو سے بات بنتی ہے

(بقیہ مولانا اظہار الحق قاسمی)

تعلیم کے بعد مسئلہ معاش کا تھا، چنانچہ انہوں نے دہلی میں سفینۃ الہدایہ لکشمی نگر، جمنا پار دہلی میں پڑھانا شروع کیا، یہ شیعوں کا ادارہ تھا، مولانا عقیل الغروی اور ان کے بھائی اس ادارہ کے ذمہ دار تھے، ایک زمانہ تک اپنی صلاحیت، صالحیت، دوراندیشی کے ساتھ یہاں پڑھایا، اس کے بعد وہ مین (Man) سپلائی کے کام میں لگ گئے، مختلف ممالک میں افراد کو ملازمت کے لیے بھیجتے رہے، اسی درمیان ان کی ملاقات جونا گڈھ اسٹیٹ کی خاتون سے ہوئی اور انہوں نے اسے شریک زندگی بنانے کا فیصلہ کرلیا، نکاح میں نے ہی پڑھایا، لیکن اسی وقت میری چھٹی حس نے بتا دیا تھا کہ یہ رشتہ نبھنے والا نہیں ہے، کیوں کہ اس میں ''برابر سو برادر'' والے فارمولے کو نظر انداز کیا گیا تھا، چنانچہ کم وبیش دو سال بعد خلع پر یہ رشتہ اختتام کو پہونچا، اس کے بعد میرے مشورے سے وہ بیرون ملک چلے گئے، پہلے سعودی عرب پھر بحرین، بحرین میں ایک قنوجی عطر کے تاجر کے یہاں ملازمت اختیار کرلی اور جلد ہی خوشبوؤں کی تیاری کے سارے فارمولے ان کی گرفت میں تھے، سید جنید کی کمپنی میں بھی ہمارے یہاں کے ہی ایک صاحب اس کام پر ہیں، دونوں کمپنی کے مالکان اپنے اپنے فارماسیسٹ پر نگاہ رکھتے کہ کہیں فارمولوں کا تبادلہ یہ لوگ نہ کرلیں، میرا اس زمانہ میں بحرین جانا ہوا تھا، اور میں نے اپنی آنکھوں سے یہ مناظر دیکھے تھے، پھر انہوں نے دار الشیخ کے نام سے اپنا عطر کا کام شروع کیا، لیکن اس میدان میں کمپنیوں سے مقابلہ کے لئے جو سرمایہ چاہیے تھا وہ انہیں دستیاب نہیں تھا، اس لئے جلد ہی اس تجارت کے ساتھ بحرین ہی میں ریڈی میڈ کپڑوں کا کام شروع کیا اور تجارت چل نکلی تو رشتہ ازدواج میں بندھے، یہ نکاح کولکاتہ میں ہوا تھا اور میں نے ہی پڑھایا تھا، اللہ تعالیٰ نے تین نرینہ اولاد سے نوازا سب سے چھوٹا لڑکا ڈیڑھ سال کا ہے۔

Scanned with CamScanner

مثالی معاشرہ کیسے قائم ہوگا؟

علامہ ابتسام الٰہی ظہیر

ایک مثالی معاشرہ ایسے معاشرے کو ہی کہا جا سکتا ہے جس میں بالا دست خوشحال اور بااثر لوگوں کے ساتھ ساتھ معاشرے میں موجود لاچار، مجبور اور مفلوک الحال طبقات کی خوشحالی کا بھی بہتر انداز میں انتظام کیا گیا ہو۔ جب ہم اپنے گردونواح میں دیکھتے ہیں تو ہمیں بہت سے لوگ محرومیوں کا شکار نظر آتے ہیں۔ کبھی یہ محرومیاں مادی اور کبھی نفسیاتی اور طبعی نظر آتی ہیں۔ معاشرے کے محروم اور دبے ہوئے طبقات کی خوشحالی کیلئے ہم سب کو مل کر مؤثر کردار ادا کرنا چاہئے۔ ان معاملات تک کو صرف حکومت کے ذمے لگا کر معاشرہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ جب ہم اپنے معاشرے پر بغور نظر ڈالتے ہیں تو وہ طبقات جن کو ہماری خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، وہ درج ذیل طبقات میں نظر آتے ہیں:

خواتین: ہمارے معاشرے میں خواتین کے استحصال کے حوالے سے مختلف قسم کی خبریں پڑھنے اور سننے کو ملتی رہتی ہیں۔ بعض ناخواندہ گھرانوں میں بہو کو خادمہ سمجھ لیا جاتا ہے اور کہیں جہیز نہ لانے پر تیل چھڑک کر آگ لگانے یا منہ پر تیزاب پھینکنے کے شرمناک واقعات بھی سننے کو ملتے ہیں۔ یہ تمام قابل مذمت افعال اسلام کی تعلیمات کے بالکل برکس ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو بہترین قرار دیا جو اپنے اہل خانہ سے بہترین سلوک کرنے والا ہے۔ بعض ناخواندہ لوگ عورت کی تعلیم کو معیوب سمجھتے ہیں حالانکہ تعلیم حاصل کرنا جتنا مردوں کا حق ہے، اتنا ہی عورتوں کا بھی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض گھروں میں بیٹے اور بیٹیوں کے درمیان تفریق کی جاتی ہے اور ایسے لوگ بیٹے کو مستقبل کا سہارا جب کہ بیٹی کو بوجھ تصور کرتے ہوئے اس کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہیں اور اس بے اعتدالی کا مظاہرہ روزمرہ کی زندگی کے ساتھ ساتھ تقسیم وراثت تک نظر آتا ہے۔ تعلیم، بود و باش، رہن سہن، خوراک اور وراثت کے اعتبار سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کے جو حقوق مقرر کئے ہیں وہ اس کو ہر صورت ملنے چاہئیں۔

بوڑھے والدین: ہمارے معاشرے میں بعض لوگ بوڑھے والدین کے ساتھ بھی ناروا سلوک کر کے خود اپنے ہاتھوں اپنی دنیا و عاقبت تباہ کر بیٹھتے ہیں۔ جوانی، سرمائے اور اچھی سماجی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے والدین کی بے ادبی کرنا ان لوگوں کا شعار بن جاتا ہے۔ یقیناً ایسے لوگ بدنصیب اور بد بخت ہیں جو اپنے لیے نیک دعاؤں، تمناؤں اور اچھے احساسات کے مراکز کو خود اپنے ہاتھوں سے ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا اور سورہ بنی اسرئیل کی آیت نمبر ۲۳؍ میں ارشاد فرمایا: اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں ''اف'' بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو''۔

مریض اور معذور: معاشرے کے مریض اور معذور لوگ بھی ہماری خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ زندگی کی مشغولیات اور معیشت کی دوڑ میں کئی مرتبہ ہمیں اپنے ذاتی معاملات اور گردونواح سے بالکل فرصت نہیں ملتی؛ چنانچہ ہم بہت سے موذی، جسمانی اور نفسیاتی امراض کے شکار لوگوں کی بحالی کے لئے خاطر خواہ کردار ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ وسائل سے نوازتا ہے۔ وہ اپنے اضافی وسائل زندگی کی سہولیات سے بڑھ کر تعیشات کی نذر کر دیتے ہیں لیکن اپنے گردونواح میں موجود نفسیاتی اور جسمانی امراض کے شکار لوگوں کے لئے ان کے وسائل میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کے پاس فراغت تو ہوتی ہے لیکن وہ اپنے فارغ اوقات کو گپ شپ، انٹرنیٹ اور موبائل پر ضائع کر بیٹھتے ہیں اور اپنے گردونواح میں پائے جانے والے محروم، مفلوک الحال اور مریض لوگوں کی خبر گیری یا ان کی بحالی کے لیے کوئی بھی کردار ادا نہیں کر پاتے۔ اگر ہر شخص اپنے گردونواح پر نظر رکھے اور مجبور اور مریضوں کی بحالی کے لئے اپنے وسائل اور وقت میں سے کچھ حصہ صرف کرے تو جہاں اس سے دکھی انسانیت کی خدمت ہوسکتی ہے، وہیں رحمت الٰہی بھی ہمارے شامل حال ہوسکتی ہے۔

بچے: ہمارے معاشرے میں بہت سے نادار اور مفلس خاندانوں کے بچے اپنے معاشی بدحالی کی وجہ سے پرمشقت کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ بچے ہمارے اپنے بچوں کی طرح تعلیم، لباس اور خوراک کی سہولیات کے مستحق ہیں اور ان کی بحالی کیلئے حکومت کے ساتھ معاشرے میں بسنے والے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا چاہئے اور بچوں کو اضافی جسمانی مشقت سے بچانے کے لئے اپنے وسائل اور وقت کا استعمال کرنا چاہئے۔

محنت کش: ایک مثالی معاشرے کے قیام کے لئے ہمیں محنت کش طبقات کی بحالی کیلئے بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہئے محنت کش اپنی جسمانی صلاحیت سے زیادہ کام کرتے ہیں، لیکن ان کو اس جسمانی مشقت کا صحیح اور پورا معاوضہ نہیں ملتا۔ محنت کشوں کم از کم اتنا مشاہرہ ضرور مقرر ہونا چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کی جملہ ضروریات اور لوازمات کو باآسان پورا کرسکیں۔

عرضیکہ ایک مثالی معاشرے کے قیام کے لئے معاشرے میں بسنے والے تمام افراد کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہئے تاکہ ہمارا معاشرحقیقی معنوں میں ایک فلاحی اور مثالی معاشرہ بن سکے۔

ہمارے معاشرے میں بہت سے نادار اور مفلس خاندانوں کے بچے اپنے معاشی بدحالی کی وجہ سے پُرمشقت کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ بچے ہمارے اپنے بچوں کی طرح تعلیم، لباس اور خوراک کی سہولیات کے مستحق ہیں اور ان کی بحالی کیلئے حکومت کے ساتھ معاشرے میں بسنے والے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا چاہئے اور بچوں کو اضافی جسمانی مشقت سے بچانے کے لئے اپنے وسائل اور وقت کا استعمال کرنا چاہئے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۳۷/۱۹۴۷/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے)

یاسمین خاتون بنت محمد اسلم مقام مبارکپور وارڈ نمبر ۶ ڈاکخانہ رجوڑا ضلع بیگوسرائے۔ فریق اول

بنام

محمد نسیم ولد محمد جمیل مقام لکچھمی پارک مدینہ مسجد والی گلی مکان ۹۷، ناگلوئی، نہاروہار پچھم دہلی۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳؍اگست ۲۰۲۱ء روز سوموار بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۱۵/۲۸۸۲/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج)

روزی خان بنت محمد خورشید خان مقام چوڑی پٹی کالج روڈ ڈاکخانہ وضلع کشن گنج۔ فریق اول

بنام

محمد بختیار عالم ولد نجم الہدیٰ مقام وڈاکخانہ اجھریل ضلع کٹیہار۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۵؍محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۴؍اگست ۲۰۲۱ء روز منگل بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۸/۴۸۱/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گڈا)

جمیلہ خاتون بنت محمد احمد مقام ربی ڈیہہ ڈاکخانہ بٹسار ضلع بانکا۔ فریق اول

بنام

محمد اکرم ولد شوقین مقام عالم گنج ڈاکخانہ لونڈی ضلع آگرہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ شمسیہ گرگاواں ضلع گڈا میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳؍اگست ۲۰۲۱ء روز سوموار بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۳/۱۹۷/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ بدرالاسلام بیگوسرائے)

غوثیہ پروین بنت محمد نسیم اختر مقام حسینہ ڈاکخانہ حسینہ ضلع بیگوسرائے۔ فریق اول

بنام

محمد طیب ولد کیفل مقام سید پور ڈاکخانہ رامپور ضلع بیگوسرائے۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ بدرالاسلام بیگوسرائے میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۵؍محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۴؍اگست ۲۰۲۱ء روز منگل بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

ذہنی تناؤ کے مضر اثرات

ذہنی تناؤ زندگی کا ایک حصہ ہے، تناؤ پر تحقیق کرنے والے ماہر ڈاکٹر ہانس سیلے کہتے ہیں: "تناؤ سے مکمل نجات موت کی مانند ہے۔ ہر روز چھوٹے موٹے کام کرنے کی تحریک ہمیں کم وبیش تناؤ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔" غیر ضروری تناؤ اگر بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ تو دوسری طرف یہ ہماری کارکردگی کو بہتر بنانے اور ہمیں فعال رکھنے کے لیے ناگزیر بھی ہے۔ ایک طویل مدت تک تناؤ میں مبتلا رہنے والے اپنی ساری توانائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور زیادہ جسمانی محنت کیے بغیر بھی انسان تھکن سے چور چور ہو جاتا ہے۔ تعمیری تناؤ زندگی میں کامیابی کے لیے مددگار ہوتا ہے، لیکن منفی تناؤ ہماری صلاحیت عمل اور ہماری صحت پر مضر اثر ڈالتا ہے۔ منفی تناؤ ہماری صحت کو کس قدر اور کس طرح متاثر کر رہا ہے۔ اس کو پہنچاننے کے لیے ان علامات پر غور کیا جانا چاہیے۔ ذہنی علامات ☆ تنگ مزاجی، بلا وجہ غصہ آنا ☆ یکسوئی میں کمی ☆ قوت فیصلہ سے محرومی ☆ بھلکڑ پن ☆ الجھے ہوئے خیالات جسمانی علامات ☆ پٹھوں میں جکڑن (کندھوں اور کمر درد) ☆ سانس لینے میں بے ترتیبی ☆ ہتھیلیوں میں پسینا آنا ☆ ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ جانا ☆ منہ سوکھنا ☆ چکر آنا ☆ دل کی دھڑکن میں اضافہ ☆ جی گھبرانا ☆ بار بار پیشاب آنا ☆ دست آنا ☆ بے چینی کی وجہ سے ادھر ادھر ٹہلنا ☆ ہاتھوں پیروں میں کپکپاہٹ۔ عملی علامات زیادہ سگریٹ یا شراب پینا ☆ کھانے میں کمی یا زیادتی ☆ نیند میں کمی یا زیادتی ☆ ناخن کترنا ☆ سر کے بال نوچنا ☆ دوسروں سے ملنے جلنے سے اجتناب ☆ صفائی سے بے پرواہی ☆ ڈرائیونگ میں بے پروائی ☆ انگلیاں چلاتے رہنا، منہ بنانا، ہونٹ بجانا وغیرہ ☆ لگاتار بولتے رہنا ☆ کام میں بالکل ڈوب جانا یا پھر بار بار چھٹی لینا۔ اگر مذکورہ بالا علامات ایک طویل مدت قائم رہیں تو ان کے پس پشت تناؤ کی کارفرمائی بھی ہوسکتی ہے۔ معالج سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ تاکہ بروقت اس کا تدارک کیا جاسکے۔ طویل مدت تک قائم رہنے والے تناؤ سے مندرجہ ذیل مسائل سامنے آسکتے ہیں۔ بلند فشار خون تبدیلیوں کے اس دور میں ہمیں بہت سے سمجھوتے جلدی جلدی کرنے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو ان تبدیلیوں سے کسی تناؤ کے بغیر ہم آہنگ کر لیتے ہیں، لیکن کچھ لوگوں کے لیے یہ آئے دن کی تبدیلیاں تناؤ کا سبب بن جاتی ہیں۔ بلند فشار خون (ہائی بلڈ پریشر یا ہائپر ٹینشن) کا تناؤ سے براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ مقابلے اور مسابقت کے اس دور میں ہمیں بہت زیادہ ہوشیار اور محتاط یعنی تناؤ کی حالت میں رہنا ہوتا ہے اور یہ تناؤ بلند فشار خون میں بدل سکتا ہے بلند فشارِ خون کی دیگر وجوہ بھی ہوسکتی ہیں۔ اختلاج عام حالات میں ہمارا دل ساٹھ تا اسی بار فی منٹ کے حساب سے دھڑکتا ہے، لیکن جسمانی یا ذہنی محنت کے دوران اس کی حرکت 150 تا 200 فی منٹ ہو جاتی ہے۔ تناؤ سے بھی اختلاج ہوسکتا ہے۔ دل کا دورہ طویل مدت تک چلنے والے تناؤ سے خون میں گاڑھا پن آجاتا ہے اور کلاٹ بننے کے امکانات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں دل کا دورہ بھی پڑ سکتا ہے۔ آدھے سر کا درد سر کے آس پاس کے پٹھے جب تناؤ کے سبب بہت دیر تک دباؤ میں رہتے ہیں تو دردسر کا باعث بن جاتے ہیں۔ آدھے سر کا درد (میگرین) اس سے الگ اور کافی پیچیدہ ہوتا ہے۔ اس میں سر کی کچھ نسیں پہلے سکڑتی ہیں پھر فوراً ڈھیلی پڑ جاتی ہیں۔ میگرین کا درد سکڑتا ہوا سا محسوس ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا ایک سبب تناؤ بھی ہو۔ مستقل تھکن ہمہ وقت تھکن محسوس کرنا تناؤ کی سب سے عام علامت ہے۔ جسمانی محنت کے بعد تھکن کا احساس درست ہوتا ہے، لیکن جسمانی محنت کے بغیر ہمیشہ تھکن محسوس کرتے رہنے کا سبب تناؤ بھی ہوسکتا ہے۔ السر عموماً اس بیماری میں معدے کی اندرونی جلد چھل جاتی ہے۔ اس کی اہم ترین علامت درد ہے۔ ویسے تو تیزابیت (ACIDITY) کی جلن سے بچنے کے لیے معدہ خود حفاظتی لعابی تہ) میوکس :MUCUS بنالیتا ہے، لیکن تناؤ کی حالت میں میوکس کم ہو جاتا ہے اور تیزابیت (ایسڈ) کی مقدار بڑھتی جاتی ہے۔ نتیجے میں اندرونی جلد چھل جاتی ہے اور زخم معدہ (السر) نمودار ہو جاتا ہے۔ تناؤ عموما اس بیماری کو پیدا نہیں کرتا بلکہ ابھارتا ہے۔ کمر میں درد اندیشہ ہائے دور دراز اور تناؤ کی وجہ سے جسمانی بے چینی اتنی بڑھ جاتی ہے۔ کہ متعلقہ شخص کو بالکل مفلوج کر دیتی ہے۔ اور اگر درد کمر کسی اور وجہ سے ہو تو کسی عزیز کی موت، خانگی مسائل، ملازمت، باہمی تعلقات میں ناخوش گواری وغیرہ سے پیدا ہونے والا تناؤ مرض کی شدت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ الرجی یہ سچ ہے کہ صرف تناؤ ہی کی وجہ سے الرجی نہیں ہوتی لیکن تناؤ سے الرجی کا آغاز ضرور ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں الرجی خود تناؤ کا سبب بن جاتی ہے۔ زکام کھانسی زکام اور تناؤ کا گہرا تعلق ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ تناؤ زیادہ ہونے کی حالت میں زکام انسان کو جلد اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تناؤ سے جسم کا دفاعی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ نظام ہضم بگڑنے کے دیگر اسباب کے علاوہ تناؤ بھی نظام ہضم کو خراب کرتا ہے۔ گھبراہٹ گھبراہٹ ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جب زندگی میں کوئی غیر متوقع مسئلہ سامنے آئے گا تو تھوڑی بہت گھبراہٹ محسوس ہوسکتی ہے۔ یہ گھبراہٹ صحت کی علامت ہے۔ کیوں کہ یہ ہمیں مسائل کو حل کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ ان حالات میں یہ گھبراہٹ مفید ہے، کیوں کہ یہ ہمیں فعال بناتی ہے اور ہماری کارکردگی میں اضافہ کرتی ہے، لیکن جب یہ گھبراہٹ مستقل قائم رہے یا ایک طویل مدت تک ہم پر مسلط رہے تو اس سے ہمارا اعصابی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے۔ اور سانس تیزی سے چلنے لگتی ہے۔ منہ سوکھنے لگتا ہے اور پیاس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نت نئے اندیشے انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔ اگر اس قسم کی گھبراہٹ اور اندیشوں کو کنٹرول نہ کیا جائے تو صحت خراب ہونا یا دیگر نفسیاتی مسائل کا پیدا ہونا باعث تعجب نہیں۔ افسردگی اور اضمحلال اس دنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جس نے زندگی میں تناؤ کا سامنا نہ کیا ہو۔ ہر ممکن کوشش کے باوجود ہر شے ہماری مرضی کے تابع نہیں ہوتی۔ اس ناکامی کے سبب ہم رنج والم سے دوچار ہوتے ہیں۔ ہم رنج والم کی وجہ سے بدمزاج ہو جاتے ہیں۔ ہماری خود اعتمادی کم ہو جاتی ہے۔ ہم زندگی کے ہر پہلو سے کچھ بے نیاز سے ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ افسردگی ایک طویل مدت تک ہم پر مسلط رہے تو ہماری صحت خراب ہو جاتی ہے، ہم مختلف بیماریوں کے چنگل میں گرفتار ہو سکتے ہیں ہم نفسیاتی امراض کا شکار بھی ہو سکتے ہیں، اس لیے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم تناؤ کی ان علامات کو بخوبی پہچان لیں اور تناؤ کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے بروقت مثبت کارروائی کریں۔ متوازن غذا اور مناسب ورزش کے ساتھ ساتھ تناؤ کا مقابلہ کرنا سیکھیں۔ آج کا نام نہاد ترقی یافتہ انسان تسخیر مہر و ماہ کے باوجود اپنے من پر قابو نہیں پا سکا ہے اور اس کی آسائشیں، سہولیات بلکہ تمام مادی وسائل اسے تناؤ سے مثبت طور پر نجات نہیں دلا سکے اور وہ آج پہلے سے زیادہ امراض کے چنگل میں ہے۔ فکر میں بنیادی تبدیلی غیر ضروری تناؤ سے نجات دلا سکتی ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

معروف ہندی اخبار دینک بھاسکر کے دفاتر پر محکمہ انکم ٹیکس کا چھاپہ

ملک کے معروف میڈیا کمپنی دینک بھاسکر گروپ کے دفاتر پر انکم ٹیکس نے چھاپے ماری کی ہے، پورے معاملے کی جانکاری رکھنے والے ذرائع نے بتایا ہے کہ چھاپے ماری ٹیکس چوری کے معاملوں کی جانچ کے لیے کی گئی ہے۔ اس کے تحت آئی ٹی شعبے کی ٹیم نے دہلی، گجرات، مدھیہ پردیش، ممبئی اور راجستھان میں موجود دینک بھاسکر گروپ کے دفاتر اور مالکان کے گھروں میں چھاپے مارے ہیں۔ اس سال اپریل اور مئی میں دینک بھاسکر اخبار کے گروپ نے کورونا کی دوسری لہر کے دوران بڑے پیمانے پر کوریج کی تھی۔ جس میں کورونا پر حکومتی اعداد وشمار پر سوال اُٹھاتے ہوئے حقیقت میں اموات کی تعداد زیادہ بتائی گئی تھی۔ محکمہ انکم ٹیکس کی جانب سے چھاپے ماری کے دوران بھاسکر کے دفتر میں موجود تمام ملازمین کے فون ضبط کر لیے گئے۔ نیز کسی کو بھی باہر جانے کی اجازت نہیں دی جارہی ہے چھاپے سے متعلق کانگریس نے مودی حکومت پر تنقید کی ہے۔ کانگریس کے قومی ترجمان رندیپ سورجے والا نے ٹوئٹ کیا کہ 'ریڈ جیوی جی، پریس کی آزادی پر بزدلانہ حملہ! آپ 'ریڈ راج' کے ذریعہ جمہوریت کی آواز کو نہیں دبا سکتے ہیں۔ راجستھان کے وزیر اعلی اشوک گہلوت نے ٹویٹ کر کے لکھا ہے کہ 'دینک بھاسکر اخبار اور بھارت سماچار نیوز چینل کے دفاتر پر انکم ٹیکس کا چھاپہ میڈیا کو دبانے کی کوشش ہے۔ انہوں نے مزید لکھا کہ 'مودی حکومت خود کی معمولی تنقید بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ یہ بی جے پی کی فسطائی ذہنیت ہے جو جمہوریت میں حقیقت کا آئینہ دیکھنا پسند نہیں کرتی ہے۔ کانگریس کے معروف سینئر لیڈر دگ وجے سنگھ نے بھی ٹوئٹ کیا ہے انہوں نے لکھا کہ مودی شاہ کا ایک واحد ہتھیار آئی ٹی ای ڈی اور سی بی آئی۔ مجھے یقین ہے کہ اگروال ڈریں گے نہیں۔

جب تک بی جے پی کو پورے ملک سے ہٹا نہیں لیتی، کھیلا ہوبے: ممتا

مغربی بنگال کی وزیر اعلی اور ترنمول کانگریس کی سربراہ ممتا بنرجی نے اعلان کیا ہے کہ 16 اگست کو پورے ملک میں 'کھیلا ہوبے ڈے' منایا جائے گا اور جب تک بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کو ہٹا نہیں لیں گی 'کھیل' ہوتا رہے گا۔ محترمہ بنرجی نے کہا کہ بی جے پی ایک ہائی لوڈیڈ وائرس پارٹی ہے۔ کورونا وائرس سے زیادہ خطرناک بی جے پی ہے۔ بے روزگاری بڑھ گئی ہے۔ گولی اور گالی کی سیاست چل رہی ہے۔ محترمہ بنرجی نے ورچول طریقہ سے اجلاس سے خطاب کیا۔ اس دوران ان کے ساتھ پارٹی کے سینئر لیڈر پارتھ چٹرجی، مکل رائے اور پارٹی کے رکن پارلیمان ابھیشیک بنرجی بھی تھے۔ ممتا بنرجی نے ورچول اجلاس میں مسٹر مودی پر جم کر حملہ کیا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ ان کے فون ٹیپ کئے گئے ہیں۔ اس معاملہ میں سپریم کورٹ کو قدم اٹھانا چاہئے۔

لوک سبھا کے چار نئے ممبروں نے حلف لیا

مون سون اجلاس کے پہلے دن پیر کو لوک سبھا کے چار نئے ممبران نے حلف لیا۔ ایوان کی کارروائی شروع ہونے کے بعد وائی ایس آر کانگریس پارٹی کی مدیلا گرومتی نے سب سے پہلے حلف لیا۔ ان کے بعد بی جے پی کے منگل سریش انگادی، آئی یو ایم ایل کے رکن پارلیمنٹ عبدالصمد سمدانی اور کانگریس کے وجے کمار عرف وجے وسنت نے حلف لیا۔ گرومتی آندھرا پردیش کی تروپتی لوک سبھا سیٹ سے منتخب ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے بالی درگا پرساد راؤ جو یہاں کے رکن پارلیمنٹ تھے، گذشتہ سال کورونا وائرس کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے۔ منگل سریش انگادی سابق مرکزی وزیر سریش انگادی کی اہلیہ ہیں اور وہ کرناٹک کی بیلگام لوک سبھا سیٹ سے الیکشن جیت چکی ہیں۔ گذشتہ سال سریش انگادی کا انتقال کورونا وائرس کے انفیکشن کی وجہ سے ہوا تھا۔ رکن پارلیمنٹ عبدالصمد صمدانی کیرالہ کے ملپورم سے منتخب ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے پی کے کنہالی کٹی اس سیٹ سے رکن پارلیمنٹ تھے۔ تاہم انہوں نے کیرالہ اسمبلی انتخابات لڑنے کے لئے چند ماہ قبل استعفیٰ دے دیا تھا۔ وجے کمار تمل ناڈو کی کنیا کماری لوک سبھا سیٹ سے رکن اسمبلی منتخب ہوئے ہیں۔ ان کے والد اور کانگریس لیڈر وسنت کمار پہلے یہاں سے رکن اسمبلی تھے۔ وسنت کمار گذشتہ سال کورونا وائرس کے سبب ہلاک ہو گئے تھے۔

''امیر شریعت سابع - علماء ودانشوران کی نظر میں'' نامی کتاب کا اجرا

جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں منعقد ایک سادہ تقریب میں کووڈ گائڈ لائنس پر مکمل عمل آوری کرتے ہوئے ''امیر شریعت سابع علماء ودانشوران کی نظر میں'' نامی کتاب کا اجرا عمل میں آیا۔ تقریب کے بعد صحافیوں سے بات کرتے ہوئے حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے کہا کہ حضرتؒ کی زندگی ہم سبھوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ان کی حیات وخدمات کو قلم بند کرنے والے قابل مبارک باد ہیں۔ انہوں نے کتاب کے دونوں مرتبین جناب مولانا ساجد حسن رحمانی ویشالوی اور مفتی محمد موسیٰ قاسمی سیتامڑھی کی کاوش کو سراہتے ہوئے کہا کہ نوجوان علماء کی اس قسم کی کاوشیں قابل تحسین ہیں۔

Volume:61/71,Issue:29 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

سچ بولنا بھی لازم جینا بھی ہے ضروری
سچ بولنے کی دھن میں منصور ہو نہ جانا
(ڈاکٹر نسیم نکہت)

ایران کے نئے صدر سے توقعات

پروفیسر اختر الواسع

ایران عالم اسلام کے ان چند گنے چنے ملکوں میں سے ہے، جہاں 1979 میں اسلامی انقلاب کے برپا ہونے کے بعد پابندی سے صدارتی اور پارلیمانی انتخابات ہوتے رہے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ ولایت فقیہ کے شیعہ عقیدے کے مطابق 1979-89 تک پہلے رہبر آیت اللہ روح اللہ خمینی رہے اور ان کے بعد سے یہ منصب آیت اللہ سید علی خامنہ ای کے پاس ہے۔ رہبر معظم، ملک کی تقدیر اور تصویر بدلنے کے لئے تمام ہدایات دینے اور ہر ممکن رہنمائی کے لئے مکلّف اور مجاز ہیں۔ وہ مذہبی، دستوری اور عسکری جیسے تمام اختیارات کے اصل اور مطلق مالک و مختار ہوتے ہیں۔ صدر ہو یا پالیمنٹ، سب عام طور پر ان کے پابند ہوتے ہیں۔

ابھی حال میں جو شخصیت صدر منتخب ہوئی ہے وہ ابراہیم رئیسی کی ہے جو اس سے پہلے بھی صدارتی انتخابات میں ایک دوسرے مذہبی عالم حسن روحانی کا مقابلہ کر چکے ہیں اور جس میں انہیں کامیابی نہیں مل سکی تھی، لیکن اس دفعہ انہوں نے تقریباً 62 فیصد ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی ہے۔

نئے ایرانی صدر ابراہیم رئیسی 14 دسمبر 1960 کو مشہد کے صوبے میں ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا اس وقت انتقال ہو گیا جب وہ صرف پانچ سال کے تھے۔ انہوں نے قُم کے شہر میں جو کہ اپنی علمی اور دینی سرگرمیوں کے لئے شیعہ مذہب کا نجف اشرف کے ساتھ سب سے بڑا مرکز ہے اور آٹھویں امام، امام رضاء کی بہن سیدہ معصومہ کی آخری آرام گاہ ہونے کی سعادت کا بھی مالک ہے، تعلیم حاصل کی اور جید اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

منتخب صدر ابراہیم رئیسی کی بیگم محترمہ جمیلہ علم الہدیٰ مشہدِ مقدس میں جمعہ کی نماز کے امام اور عالم احمد علم الہدیٰ کی بیٹی ہیں۔ وہ اپنے علم و فضل کے لئے ایران اور اس کے باہر کے علمی حلقوں میں بخوبی جانی جاتی ہیں۔ وہ تہران کی شہید بہشتی یونیورسٹی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں اور یونیورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ آف فنڈامنڈل اسٹڈیز آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کی صدر بھی ہیں۔ میں ان کے علم و فضل کا ذاتی طور پر معترف ہوں اس لیے کہ محترمہ جمیلہ علم الہدیٰ کے ساتھ صاحب علم و فضل پروفیسر سید علی محمد نقوی کی دعوت پر مجھے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں دارا شکوہ سینٹر فار انٹرفیتھ اَنڈر اسٹینڈ نگ، جس کے وہ ڈائریکٹر ہیں، کے تحت ہونے والے بین الاقوامی سیمینار بعنوان ''مذاہب عالم کا عائلی نظام'' جس میں وہ مہمان ذی وقار تھیں اور مجھے کلیدی خطبہ پیش کرنے کا موقعہ ملا۔ میں ان کے رکھ رکھاؤ، علمی وجاہت اور شخصی وقار سے بہت متاثر ہوا۔ اس موقعہ پر ان کی بیٹی بھی ان کے ساتھ آئیں تھیں جنہوں نے خود بھی ایک اجلاس میں ایک مقالہ پیش کیا تھا اور ماں بیٹی دونوں نے ''ہمہ خانہ آفتاب است'' ہونے کو صحیح ثابت کر دیا تھا۔ اس بین الاقوامی سیمینار میں ایران کے سفیر کبیر عزت مآب علی چگنی نے تمام ایرانی مہمانوں سے میرا بڑی محبت سے تعارف کرایا تھا۔ اسی وقت پروفیسر سید علی محمد نقوی نے جو ایران کے علمی اور دینی حلقوں میں بہت معروف بھی ہیں اور مقبول بھی، مجھ سے کہا تھا کہ محترمہ جمیلہ علم الہدیٰ کے شوہر آیت اللہ ابراہیم رئیسی، رہبر معظم کے بڑے معتمد اور قریبی ہیں۔ بعد ازاں مشرق وسطی اور مغرب کے صحافیوں کے ذریعے یہ بات بھی اکثر معلوم ہوئی کہ جناب ابراہیم رئیسی، رہبر معظم کے جانشین بھی ہو سکتے ہیں۔ مستقبل میں کیا ہوگا یہ تو اللہ جانتا ہے۔

انقلاب کے بعد انہیں موجودہ رہبر معظم کی سرپرستی حاصل رہی اور انہوں نے ایران کے مختلف علاقوں میں قانونی خدمات بھی انجام دیں، وہ اٹارنی جنرل، ڈپٹی چیف جسٹس اور تہران پراسیکیوٹر کے اہم مناصب پر رہے اور 2016 میں جب وہ ایران میں شیعہ دنیا ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے ایک اہم دینی مرکز اور آٹھویں امام، امام رضاء کے آستانہ قدس کے چیئرمین بنائے گئے تو رہبر معظم آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے اس اہم منصب پر ان کی نامزدگی کو منظوری دیتے ہوئے جو اہم ذمہ داریاں انہیں سونپیں ان میں ''خاص طور پر غریبوں اور مقیم افراد کی خدمت اور حجاج کرام کی دیکھ ریکھ'' کو ترجیحی اہمیت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ وہ ایران کے چیف جسٹس کے عہدے پر بھی فائز رہے ہیں۔

منتخب صدر ابراہیم رئیسی نے بحیثیت صدر اپنے لئے جس ممکنہ موقف کا اظہار کیا، اس میں ملک کی انتظامیہ میں بنیادی تبدیلی اور ایسی حکومت کی ضرورت کا حوالہ دیا جو ملک کے چلنے کی مذہبی اور انقلابی ذمہ داری قبول کرے، جو غربت اور بدعنوانی سے لڑتی ہو۔ وہ عورتوں اور مردوں کے بیچ میں علیحدگی کے حامی ہیں۔ وہ یونیورسٹیوں میں اسلام ہر جگہ نمایاں ہو، اس کے قائل ہیں۔ وہ انٹرنیٹ کے بے محابہ اور غیر مشروط استعمال کے بھی مخالف ہیں اور مغربی ثقافت جو کہ عریانیت اور بے حیائی کا سبب بنے، اس پر سینسر شپ کے حامی ہیں۔ وہ ایک صحت مند مقابلہ جاتی معیشت میں غربت اور محرومی کے خاتمے کو نہاں سمجھتے ہیں اور زرعی شعبے کی ترقی کی بھی کھل کر حمایت کرتے ہیں۔

صدر ابراہیم رئیسی نے اپنی مجوزہ خارجہ پالیسی کے بارے میں ایک بات تو صاف کر دی ہے کہ ''اسرائیل کے سِوا ہر ملک کے ساتھ وہ تعلقات استوار کرنا چاہیں گے لیکن ترجیحی بنیاد پر ان کی توجہ کا مرکز مشرقی دنیا ہوگی کیوں کہ مغربی دنیا نے چھل اور کپٹ کے علاوہ ایران اور عالم اسلام کے ساتھ کسی اور چیز کا مظاہرہ نہیں کیا۔ فلسطینیوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھنے اور اسرائیل کی غاصبانہ پالیسیوں کی کھلم کھلا حمایت کرنے میں مغربی استعماریت پسندی آگے آگے رہی ہے۔

جناب ابراہیم رئیسی کے صدر منتخب ہوتے ہی اسرائیل، امریکہ، مغربی ملکوں اور ان کے حلیفوں میں ایک بھونچال سا آگیا ہے۔ ان کو انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے لیکن یہ چنداں تعجب کی بات نہیں ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای سے ابراہیم رئیسی تک کسی ایک ایرانی صدر کا نام کوئی بتا دے جسے ایران کے مخالف اسرائیل، امریکہ، ان کے حامیوں اور حاشیہ برداروں نے اسی طرح یاد نہ کیا ہو۔ ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی نے انتہائی تدبر اور فراست سے کام لیتے ہوئے گرم جوشی کے ساتھ منتخب صدر ابراہیم رئیسی کو ان کے انتخاب پر نہ صرف مبارکباد پیش کی بلکہ ہندوستان اور ایران کے بیچ بہتر تعلقات کے لئے بہتر تمناؤں کا اظہار بھی کیا۔

عالم اسلام میں کچھ عرصے پہلے سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان نے ایران کے ساتھ بہتر تعلقات کی جو بات کہی تھی، ہمیں امید ہے کہ وہ اس پر قائم رہتے ہوئے صدر رئیسی کے ساتھ ایک ایسے نئے دور کا آغاز کریں گے جو کہ نہ صرف سعودی عرب اور ایران بلکہ تمام مشرق وسطی کے ممالک کے لئے فالِ نیک ہوگا۔ اس لئے کہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر سعودی عرب اور ایران آپس میں بہتر رشتے بنا لیتے ہیں تو اس کا اثر ساری دنیا کے مسلمانوں پر مسلکی اختلافات کے باوجود انتہائی مثبت اور خوشگوار ہوگا۔ فلسطین کے مسئلے کے بہتر امکانات بھی اسی دوستی کی کوکھ سے جنم لے سکتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ نو منتخب صدرِ ایران ابراہیم رئیسی بھی اپنے رخ، بیانات اور اقدامات سے اس تمام منفی پروپیگنڈہ کو غلط ثابت کر دیں گے جو صیہونی اور مغربی میڈیا اور سیاست ان کے بارے میں کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ امید ہے کہ وقت کے نمرودان کے آگے نہیں ٹِک پائیں گے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah
اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید و دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner